ہر جگہ ہیں خاکدان دہر میں عالی خیال
سینکڑوں ہیں اس زمیں پر آسماں بیٹھے ہوئے

فانوسِ خیال

المعروف بہ

دیوانِ شیدا

من تصنیف لطیف شاعر شیریں مقال عالیجناب بابو متھرا پرشاد صاحب شیدا
(کایستھ کلسرشیٹ) رئیس تمولی پاڑہ علیگڑھ

زیر نگرانی جناب قاضی حافظ الدین احمد صاحب فشتو مقتدری سکندرآبادی
اُستادِ مصنف دیوانِ ہذا

اوّل ایڈیشن
{ کالج و مدارس کے طلباء سے

۷۸۶

دیوانِ شیدا

حمد

(۱) پسند آئے نہ کیوں خالق کو اندازِ رقم میرا
کہ رکھتا ہی سرِ تسلیم خم ہر دم قلم میرا

…ری دُشوارسی دشوار منزل کیوں نہ آساں ہو
رہِ خالق میں اُٹھتا ہی جو اُٹھتا ہی قدم میرا

…نکلے میرے دلسے نام تیرا مرتے دم تک بھی
بنا ہی بس یہی اِک نام سے یارب بھرم میرا

…یامت میں بھی تیرا نام ہی لیتا ہوا اُٹھوں
بھروں تیرا ہی دم جبتک ہی اس دُنیا میں دم میرا

…نہ مجھکو خوفِ محشر ہی نہ کچھ ڈر ہے جہنم کا
بھروسہ تیری رحمت کا ہی سامانِ عدم میرا

رہا ناکام دُنیا میں نہ میں تیری عنایت سے
کیا آسان تیری رحمت نے ہر کار اہم میرا

مجھے غم ہی تو ہے ہردم فقط اپنے گناہوں کا
زمانہ بھر کی راحت سے کہیں اچھا ہی غم میرا

کہاں قدرت کہ ہو شیدا بیانِ حمدِ باری
کہاں جُرات کہ اُٹھے حمدِ خالق میں قلم میرا

غزل ۲

میرا مرنا سببِ کلفتِ دوراں ہوگا — چاک دامن تو کوئی چاک گریباں ہوگا
گر ترا دستِ حنائی نمک افشاں ہوگا — ایک ایک زخمِ جگر وقفِ نمکداں ہوگا
ہمنے کاٹی ہی شبِ غم کی مصیبت اے دل — کاٹنا روزِ قیامت کا بھی آساں ہوگا
میں تری یاد سے چھوٹونگا نہ مرتے دم تک — تو میرے پاس نہو گا تیرا ارماں ہوگا
تم جو الٹوگے نقابِ رُخِ روشن اپنا — منظرِ طور سرِ بزم نمایاں ہوگا
اُس کو بھی میری محبت نے مٹا رکھا ہے — میں پریشاں ہوں تو کیا وہ بھی پریشاں ہوگا
وہ جو آئیگا قیامت میں قیامت بنکر — فتنۂ حشر بھی رفتار پہ قرباں ہوگا
تم مرے داغ تمنّا کو سمجھتے کیا ہو — جسقدر اس کو مٹاؤگے نمایاں ہوگا
بہہ گیا اپنی اگر آنکھوں سے ایدل شبِ غم — اور پھر کون انیسِ شبِ ہجراں ہوگا
میں تو محشر میں بھی جاؤنگا اسی انداز کیساتھ — کہ مرے ہاتھ میں جامِ مئے عرفاں ہوگا

اسقدر داغ مرے دل میں ہیں روشن شیدا
میری تربت پہ پسِ مرگ چراغاں ہوگا

جادۂ عشق میں دل اپنا ہی رہزن نکلا — ہم جسے دوست سمجھتے رہے دشمن نکلا
صورتِ حشر ہوئے چال پہ فتنے قرباں — بن سنور کر جو کبھی وہ بُتِ پرفن نکلا
آتشِ ہجر پسِ مرگ بھی ٹھنڈی نہوئی — لوگ مدفن جسے کہتے ہیں وہ گلخن نکلا
حلقۂ چشم عجب کیا ہے جو بن جائے رکاب — اے شہِ حسن ادھر گر ترا توسن نکلا
ایک ساعت نہ ملی ہم کو جنوں میں فرصت — سی لیا ہم نے گریبان تو دامن نکلا
ضبط کی دیتی رہی داد زبانِ خنجر — جب نہ منہ سے میرے نالہ دمِ کشتن نکلا

کچھ سخنگوئی پہ موقوف نہیں اے شیدا

شکر صد شکر کہ میں کاملِ ہر فن نکلا

(۴)

نیا نہیں تو صدا قاتلِ یگانہ تھا
یہ کیا کہا کہ ہمارا بھی اک زمانہ تھا

ادائیں کیا تھیں کسیکی بس ایک قیامت تھیں
شباب کیا تھا قیامت کا اک زمانہ تھا

وہ آج جس سے بھی چاہیں ملیں زمانہ میں
کسی زمانے میں اپنا بھی ایک زمانہ تھا

بدل گیا جو رقیبوں سے ملکے دو دن میں
مزاج آپ کا تھا یا کوئی زمانہ تھا

ترا خیال تھا تصویر تھی تصور تھا
شبِ فراق تھی دل تھا ترا فسانہ تھا

مٹائی غیر کے کہنے سے کیوں مری تربت
یہ کوئی حرف غلط تھا جسے مٹانا تھا

وہ آتے بھی تو عدو کو جواب کیا دیتے
یہ کوئی بات بھی تھی درد کا بہانا تھا

شبِ فراق کسیکا خیال زلف ہی کیا
سبھی بلاؤں کو حاضر غریب خانہ تھا

فلک مٹائی مری قبر کیا کمال کیا
مٹے ہوؤں کا مٹانا بھی کچھ مٹانا تھا

خدنگ ناز نے مجروح کر دیا آخر
کہیں یہ چوکنے والا ترا نشانہ تھا

وہ ذبح کرکے مجھے کس خوشی سے کہتے ہیں
ترے نصیب میں اتنا ہی آب ودانہ تھا

شہیدِ ناز کی تربت پہ بیکسی کب تھی
بلا کا سایا مصیبت کا شامیانہ تھا

نہ پوچھو ہم سے کہ کیونکر کٹی شبِ فرقت
دلِ حزیں تھا فقط اور ترا فسانہ تھا

کبھی تھے ہم بھی حسینوں پہ شیفتہ شیدا
کبھی مزاج ہمارا بھی عاشقانہ تھا

(۵)

تو اگر اے سنگدل درد آشنا ہو جائیگا
دیکھنا خود دیکھنا اک روز کیا ہو جائیگا

بت سمجھکر کوئی سجدہ بھی تجھے کرلے تو کیا
اپنے منہ سے کچھ خدا بنکر خدا ہو جائیگا

جبکو تم کمبخت کہہ کہہ کر سدا کوسا کئے
وہ تمہیں پر دیکھنا ایک دن فدا ہو جائیگا

تم سا بیمارِ محبت کا کوئی مونس نہیں
تم جو ہو سکتے ہو اُسکے۔ دوسرا ہو جائیگا

منزلِ اُلفت میں لو ناحق میں احسان خضر کا — میرا جوشِ شوق میرا رہنما ہو جائیگا

تم نہ لو دستِ حنا مالیدہ میں شمشیر ناز — مُرغِ بسمل طائرِ رنگِ حنا ہو جائیگا

دیکھ لینا ذبح کر کے مُرغِ بسمل کا عروج — قطرہ قطرہ جوہرِ تیغِ ادا ہو جائے گا

جو نہ ہونا تھا محبت میں وہ سب کچھ ہو چکا — جان ہی جاتی رہیگی اور کیا ہو جائیگا

گر یہی شیدا رہی دن رات تیری میکشی
پیتے پیتے ایک دن تو پارسا ہو جائے گا

(۶)

ہم نے دل بستگی کا کوئی نہ ساماں دیکھا — زندگانی کا سہارا ترا ارمان دیکھا

کیا کہیں آپ سے ہم۔ کیا شبِ ہجراں دیکھا — ایک قیامت کا سماں موت کا ساماں دیکھا

تم نے جو طور پہ اے موسیٰ عمران دیکھا — ہم نے ہر ذرہ میں وہ نور درخشاں دیکھا

بُلبلِ زار پہ آئی نہ ترحم کیونکر — پر نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ زنداں دیکھا

ایک کا ایک تھا غمخوار شبِ ہجراں میں — رو دیا دل بھی اگر چشم کو گریاں دیکھا

اچھی حالت تری وحشی کی نہ دیکھی ہم نے — چاک دامن تو کبھی چاک گریباں دیکھا

اسکو بھی دل سے نکلنے کا ہے ارمان بہت — ہمنے ارماں کو بھی خالی از ارماں دیکھا

ہم نے رکھا ہے تصور میں چھپا کر ایسا — گر ان آنکھوں نے بھی تجھکو نہ مری جاں دیکھا

کچھ عجب درد بھرا دل ہے تمہارا شیدا
رو دئے خود بھی کسیکو جو پریشاں دیکھا

(۷)

دیکھکر لوٹ ہیں گل پیرہن سُرخ ترا — رشکِ لعلِ یمنی ہے دہن سُرخ ترا

رُوئے انور پہ بھی طُرہ دہن سُرخ ترا — مُنہ نہ چومے کہیں لعلِ یمن سُرخ ترا

روز اچھا نہیں ہاتھوں میں لگانا مہندی — رنگ اُڑاتا ہے مگر چرخِ کہن سُرخ ترا

خاک کر دیتی ہے عاشق کو محبت ایک دن — پوچھو مجنوں سے کہاں ہے وہ تن سُرخ ترا

تو کسی دستِ حنائی کا ہے کشتہ شیدا

صاف دیتا ہے شہادت کفن سُرخ ترا

دل لیلیا جل دیدیا اُس نے جسے تاکا — (۸) گیا پہلو سے تیری نگہہ ہوشربا کا
ہے خضر بھی متوالا اُسی شوخ ادا کا — قسمت سے ہوا ساتھ بھی کس راہنما کا
سو بار کیا امتحاں شیدائے قضا کا — پلّہ بھی برابر نگہہ ہوشربا کا
لب کٹ گئے بوسہ جو لیا زلف دوتا کا — گویا میں خطاوار تھا اتنی بھی خطا کا
پردہ میں کنکھیوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں — انداز بھی دُنیا سے نرالا ہے حیا کا
ایک وہ ہیں کہ ہر شخص طلبگار ہے اُن کا — ایک میں ہوں کہ کمبخت ہو نکا نہ خدا کا
جب آتی ہے یہ آتی ہے کمبخت شب وصل — سمجھائے کوئی میں نے لیا کیا ہے قضا کا
سُنتا ہی کلیسا میں کوئی اور نہ حرم میں — کچھ ٹھیک ٹھکانا ہی نہیں میری دعا کا

کہتے ہیں وہ کس ناز سے شیدا اسیر محشر
ظالم تجھے پاس بھی ہے اپنی وفا کا

دکھایا آتشِ گُل نے بھڑک کر یہ اثر اپنا — کہ پھونکا اپنے ہاتھوں سے ہر ایک بُلبل نے گھر اپنا
ملا جب کوئی دُکھڑا روئیے دل کھول کر اپنا — محبت میں بھی ایک شغل ہے اُٹھوں پہر اپنا
تمنّا مضطرب دل وقفِ غم زخمی جگر اپنا — پریشاں ہی محبت میں کسیکی گھر کا گھر اپنا
بھٹکتا جاتا ہی سوزِ غم سے دل اپنا جگر اپنا — بچاؤں اس بھڑکتی آگ سے کیونکر میں گھر اپنا
لگائے دل حسینوں سے نہ کوئی بھول کر اپنا — نتیجہ سوچ لے پہلے محبت میں بشر اپنا
قفس ہو یا نشیمن ہو ہمیں دونوں برابر ہیں — وہیں ٹوٹی قیامت ہمنے سمجھا جسکو گھر اپنا
سبک ہو کر میں اس دُنیا سے اُٹھا ہوں مگر بھی — یہ جسم ناتواں ہے بار ہر ایک دوش پر اپنا
ابھی کُھل جائے سارا راز اپنی زندگانی کا — یہی دو سانس اپنے ختم کر دیں گر سفر اپنا
تجلیات کی دُنیا ہے روشن میرے سینہ میں — چراغِ دشت ایمن ہے ہر اک داغ جگر اپنا
نئی دُنیا نظر آتی ہے ہمکو دشتِ وحشت کی — کہاں کھویا گیا یارب دلِ شوریدہ سر اپنا

چمن والے بھی ناخوش باغباں بھی برق سوزاں بھی
بناؤں آشیاں گلشن میں کس اُمید پر اپنا

ازل سے تا عدم ہیں منزلیں ہی منزلیں شیدا
بنا ہی لینگے ہم کوئی نہ کوئی ہم سفر اپنا

آپ نے طور پہ جو حضرتِ موسیٰ دیکھا
ہم نے ہر ذرہ میں وہ نور ہویدا دیکھا

تجھکو دیکھا تیرے جلووں کا تماشا دیکھا
دیکھنے والے نے جو کچھ نہ سُنا تھا دیکھا

جو اُٹھا خاک سے ذرہ وہ بنا مشعلِ طور
جو گرا آنکھ سے آنسو اُسے دریا دیکھا

ترا پردہ کوئی پردہ ہے ارے حسن فروش
کہیں جلوے نظر آئے کہیں پردا دیکھا

راز کی بات کہوں حُسن کو بدنام کروں
گذرا جو گذرا جو کچھ آنکھ نے دیکھا دیکھا

مے پرستی مرا شیوہ تو نہیں اے واعظ
پی لی تھوڑی سی اگر جام چھلکتا دیکھا

پھول کیا خار کیا دُنیا کی بہاریں کیسی
ہم نے ہر ایک میں اپنا ہی تماشا دیکھا

کردیا ہمکو محبت نے کچھ ایسا مجبور
جو سُنایا وہ سُنا جو بھی دکھایا دیکھا

کوئی انداز ترا ہمکو سزاوار نہیں
ہم نے ہر ایک تماشا ترا دُنیا دیکھا

ایک بھی حق کا طلبگار نہ دیکھا ہم نے
جسکو بھی دیکھا اُسے طالبِ دُنیا دیکھا

نگہہ قہر سے او دیکھنے والے دل کے
میری اُجڑی ہوئی دُنیا کا تماشا دیکھا

آہ دُنیا کی رسومات سے اُس کو کیا کام
عمر بھر جس نے کہ اپنا نہ پرایا دیکھا

عشق کو جانے دو موسیٰ سے یہ پوچھے کوئی
طور پر آپ گئے آپ نے کیا کیا دیکھا

جیسا برباد زمانہ میں ہے شیدا ظالم
ایسا برباد کوئی چاہنے والا دیکھا

عیش و عشرت کے لئے غیر کا سینہ ٹھہرا
رنج و حرمان کے لئے میرا کلیجہ ٹھہرا

غل مچاتے تھے فرشتے کہ ہوا دل ٹکڑے
نالہ جب جا کے عالم بالا ٹھہرا

گھر سے اغیار کے وہ شوخ پھرا ہے شاید
اب نظر آتا ہے یہ دل مجھے ٹھہرا ٹھہرا

غیر کا جھوٹ بھی تم سچ سے زیادہ سمجھے	میرا ہر شکوہ مگر شکوۂ بیجا ٹھہرا

ہائے کس شوخ سے دل تو نے لگایا شیدا
تیرا مرنا بھی جسے آہ تماشا ٹھہرا

ب

میری حسرت کیا ہی ایک خاموش صورت کا جواب	آئینہ کیا آئینہ ہی میری حیرت کا جواب
دیکھکر آج آئینہ میں اپنی صورت کا جواب	پوچھتے ہیں اپنے دل سے اپنی حیرت کا جواب
حشر برپا کردیا اُن کے خرامِ ناز نے	دے رہے ہیں وہ قیامت میں قیامت کا جواب
عمر بھر میں اُنکے در پر ناصیہ فرسا رہا	دیکھئے ملتا ہی کیا میری عبادت کا جواب
اُن کی صورت کیا ہی ایک نقشہ میری حیرت کا ہے	میری حیرانی ہے گویا اُنکی صورت کا جواب
ہی سوالِ وصل پر ہر بار انکار وصال	اور یہ انکار کیا ہے میری قسمت کا جواب
کلک قدرت نے تیری صورت بنا کر کہدیا	اب کوئی پیدا تو کرلے تیری صورت کا جواب

تھی مجھے جسکی طلب شیدا وہ بے منت ملا
دیدیا اللہ نے میری قناعت کا جواب

دیگر

حُسن یوسف تھا زمانہ میں یہ مانا لاجواب	جسکا یوسف چاہنے والا ہوا اُسکا کیا جواب
حیرت آئینہ بڑھی اُنکو حیرت کس قدر	ہوگئے خود جلوۂ رُخ سے وہ اپنے لاجواب
کون سُنتا ہی کسی حسرت زدہ کی داستان	کون دیتا ہی کسی کم بخت کے خط کا جواب
خط قسمت کون کہتا ہے کہ مٹ سکتا نہیں	خود ہی لکھا خود ہی اُس نے چاک کرڈالا جواب
اب وہ ہی میں ہوں نہیں سُنتے وہ میرا حال دل	ایک وہ دن تھا اِدہر لکھا اُدہر آیا جواب
خیر ہو قاصد کی یارب کشمکش میں جان ہے	خود ہی وہ آئے نہ آیا کچھ میرے خط کا جواب

لکھدیا ہے خط میں اُنکو بھولکر پیغام وصل
کس تمنا پر سُنائیں اُن کو حالِ درد دل

دیکھیے ملتا ہی مجھکو میرے خط کا کیا جواب
سیدھی سیدھی بات کا دیتے ہیں وہ اُلٹا جواب

تم نے ایک ساغر پہ شیدا کردیا ایمان خراب
کل خدا کے سامنے دو گے خدا کو کیا جواب

دیگر

اُنپہ اس درجہ ہوا ہے اثر نالۂ شب
زندگی شاق ہے اب بے اثری سے تیری
تھی اسی میں تیری کچھ خیر بس اے گنبد چرخ
جب یہ جاتے ہیں تو جاتے ہیں فلک پہ سیدھے

چونک چونک اُٹھتے ہیں سُنکر خبر نالۂ شب
پھونک دے مجھکو کہیں اے شرر نالۂ شب
کہ نہ اُٹھی تیری جانب نظر نالۂ شب
کوئی دیکھے تو ذرا رہگذر نالۂ شب

دل ہی بے چین مگر بن کے وہ نادان شیدا
پوچھنے آئے ہیں مجھسے خبر نالۂ شب

پ

کیوں جاؤں طور پر کہ تماشا نہیں ہیں آپ
آنکھیں بھی بیقرار میرا دل بھی بیقرار
ہر ذرہ عکس حُسن سے اک آفتاب ہے
وابستہ دم سے آپ کے ہے اپنی زندگی
ہی قدر عشق تو مجھے اتنا بتائیے
کیوں ہر نظر کے سامنے آتے نہیں حضور
دل کو فریب حُسن سے بیزاریاں بھی ہیں
ہر شخص کی زباں پہ چرچا ہے آپ کا

کچھ میری چشم شوق کا پردا نہیں ہیں آپ
کیونکر کہوں کہ میری تمنا نہیں ہیں آپ
ہر چند زیب و زینت دُنیا نہیں ہیں آپ
یہ کس طرح کہوں مری دُنیا نہیں ہیں آپ
کیا چشم قیس کے لیئے لیلا نہیں ہیں آپ
گر ہر نظر کے واسطے پردہ نہیں ہیں آپ
پھر یہ بھی جانتا ہوں کہ دھوکا نہیں ہیں آپ
دُنیا میں کیا کہا کہیں رُسوا نہیں ہیں آپ

جی بھر کے دیکھ لیتے ہیں جب چاہتے ہیں ہم — اپنے لیئے تو حیرتِ موسٰی نہیں ہیں آپ
ایک دردِ دل کا آپ سے ہوتا نہیں علاج — ثابت ہوا کہ میرے مسیحا نہیں ہیں آپ

شیدا کی آرزو بھی ہیں جانِ اُمید بھی
سب کچھ ہیں آپ اُسکے لیئے کیا نہیں ہیں آپ

ت

شکوہ کریں کسطرح پریشانِ محبت — یہ شانِ محبت ہے نہ شایانِ محبت
چُھٹتا ہے کہیں ہاتھ سے دامانِ محبت — اب کر چکے اب ہو چکا پیمانِ محبت
غم بھی ہے ہیں راحتِ دل درد بھی تسکین — یہ جانِ محبت ہے وہ جانانِ محبت
ہمکو کسی پہلو نہ ملی درد سے راحت — دل میں جو کھٹکتا رہا پیکانِ محبت
احسان اُٹھاؤں میں عبث چارہ گروں کا — جب خود ہی محبت بنے درمانِ محبت
ایک کھیل محبت میں ہے ظالم ہمیں مرنا — دیکھے ہی نہیں تو نے فدایانِ محبت
دل طالبِ آزارِ محبت ذرا ہو جائے — بن جائیگا خود حُسن نگہبانِ محبت
سوزخم ہیں ہر زخم ہے ہم صورتِ لالہ — پھولا ہے مرے دل میں گلستانِ محبت
تا زیست کبھی سر سے نہ جائے گا یہ سودا — مر کر ہی رہا ہوں گے اسیرانِ محبت
کاہش بھی ہے کاوش بھی ہے غم بھی ہے خلش بھی — سو دل میں نظر آتے ہیں مہمانِ محبت

شیدا مرے ہر شعر سے ہے سوز ہویدا
دیوان نہ ہو کیوں مرا دیوانِ محبت

ٹ

اِسطرف شیدا ہے اپنا زندگی سے دل اُچاٹ — سخت جانی سے ہے میری اسطرف قاتل اُچاٹ

ہجر کی شب زندگی سے یوں ہے اپنا دل اُچاٹ
سختیِ منزل سے جیسے رہرو منزل اُچاٹ

تیرا دم بھی ہائے کیا دم تھا دل پر آرزو
دم کے دم میں ہوگئی گویا بھری محفل اُچاٹ

وائے ناکامی نہ نکلی یہ بھی دل کی آرزو
دیکھکر شوقِ شہادت ہی مرا قاتل اُچاٹ

بحرِ اُلفت موجزن ہی اور ہزاروں مشکلیں
پھر ستم یہ ہے دل اپنا ہی لبِ ساحل اُچاٹ

گردشِ تقدیر سے ہوں کشمکش میں مبتلا
زندگی سے دل ہی نالاں قتل سے قاتل اُچاٹ

کیا ہوا۔ کس کا خیال آیا کدھر اُٹھکر چلے
بیٹھے بیٹھے کیوں ہوا شیدا تمہارا دل اُچاٹ

ث

شکن ہے کیوں جبیں پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
لئے پھرتے ہو خنجر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

یہ میخانہ میں ساقی آج بنکر کون آتا ہے
چھلکتے کیوں ہیں ساغر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

کہا میں نے کہ دشمن سے محبت نبھ نہیں سکتی
تو فرمایا بگڑ کر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

خدا جانے کہ آئینہ میں کیا اُن کو نظر آیا
وہ کیوں آخر ہیں ششدر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

یہ کس حسرت زدہ کا آج یارب دم نکلتا ہے
بپا ماتم ہی گھر گھر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

اُٹھا رکھا ہی سر پر کس کے نالوں نے زمانہ کو
یہ برپا کیوں ہی محشر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

نئی اُن کو جفائیں یاد پھر آئیں کہیں شیدا
عنایت کیوں ہے جچھپر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

ج

پشیماں کیوں ہے شیدا اس قدر آج
کہ اُٹھتی ہی نہیں اُس کی نظر آج

رہے ہو کیا کہیں دشمن کے گھر آج
نہیں ملتی نظر سے کیوں نظر آج

انہیں چھیڑینگے ہم بزم عدو میں
چلو کھیلیں گے اپنی جان پر آج

مریض غم کا ہے اللہ حافظ
نظر آتا ہے چپ چپ چارہ گر آج

نہ آیا کچھ جواب نامۂ شوق
مگر آئی ہے نعش نامہ بر آج

کوئی تازہ ستم یاد آگیا کیا
عنایت کیوں ہے مجھپر اسقدر آج

الٰہی خیر ہوگیا ماجرا ہے
کہ تھمتا ہی نہیں درد جگر آج

نہیں ہے کچھ خبر اپنی بھی مجھکو
کچھ ایسا ہوگیا ہوں بے خبر آج

کہاں یہ میکدہ شیدا کہاں تم
چلے آئے کدہر یہ بھول کر آج

آتا ہے کوئی رشک قمر بنکے ادہر آج
اب دل کی نہیں خیر کہ ہے اور نظر آج

گر رات کا سا پھر بھی رہا درد جگر آج
سن لو نہ کہیں تم مرے مرنے کی خبر آج

آتی ہے گھٹا مجھکو فلک پر جو نظر آج
ڈر ہے کہیں بہونچائے نہ توبہ کو ضرر آج

تقدیر سے وہ آپ چلے آئے میرے گھر آج
لے آئی دعا باب اجابت سے اثر آج

نخوت سے نہیں رکھتے قدم اپنا زمین پر
گویا کہ جوانی کے نکل آئے ہیں پر آج

بے دام و درم عشق میں ہم رہتے غنی ہیں
ہر داغ جگر گویا ہے گنجینۂ زر آج

افسردہ ہوئی بزم سخن اس لئے شیدا
آنے لگا بن بن کے ہر ایک اہل ہنر آج

چ

ہوگا نہ کبھی جیتے جی شیدا مرا کم سوچ
کھا لینگے مجھے صدمۂ و اندوہ و الم سوچ

ضد بھی بت کافر کی ہے دنیا سے نرالی
ہے مجھسے یہ اصرار کہ انداز ستم سوچ

گھر جب سے محبت نے کیا ہے مرے دل میں
ہوتا ہی نہیں مجھسے جدا اب کوئی دم سوچ

باقی ہے ہمیں قبر میں بھی وصل کی حسرت
کچھ خاک ہیں ملکر بھی ہوا ہائے نہ کم سوچ

چُن چُن کے مجھی کو دئے اللہ نے ازل میں
رنج و غم و اندوہ و فغاں درد و الم سوچ

اب بھی کہیں کر فکر جزا دیکھ کہا مان
اب بھی کہیں اے راہرو ملک عدم سوچ

شیدا کو بھروسہ ہے تیری ذات پہ یارب
تو چاہے تو مٹجائے ابھی ایک قلم سوچ

ح

یا الٰہی آج کیوں ہوتا نہیں اظہار صبح
چھپ گئی ہیں پردہ ظلمت میں کیا انوار صبح

وقت رخصت اُنکے جب ڈالی ستاروں پر نظر
گیا ہی بے رونق نظر آیا ہمیں گلزار صبح

دل ہی اُنکی زُلف کا شیدا جگر رخسار کا
ایک ہی بیمار شب اور ایک ہی بیمار صبح

رشک اسکا ہے گئے وہ صبحدم غیروں کے گھر
رنج اسکا ہے کہ ہم ہیں مورد آزار صبح

ہائے وہ اٹھکیلیاں باد سحر سے کھیلنا
ہائے وہ مستانہ چالیں ہائے وہ رفتار صبح

کیوں نہ حیرت ہو تیری شانِ کریمی دیکھکر
ہوگئی رندوں کی بھی مقبول استغفار صبح

یاد ہے شیدا کسیکا شب کو کہنا بار بار
دیکھئے اب تو نظر آنے لگے آثار صبح

خ

پھر بہار آئی ہوا صحن گلستاں سُرخ سُرخ
ہوگئے ہر شاخ پر سو گل نمایاں سُرخ سُرخ

رنگ لائی ہے جنوں میں دشت پیمائی میری
کردیا پانوں کے چھالوں نے بیاباں سُرخ سُرخ

دیکھئے تو اپنے دیوانوں کی حالت قید میں
خون زخم سے کر رہی دیوار زنداں سُرخ سُرخ

دے رہی ہی شب کی خونافشانیوں کا یہ پتہ
دھجیاں ہیں جیب دامن اور گریباں سُرخ سُرخ

آتی ہے شیدا قفس میں جب کبھی یادِ بہار
اشک برساتی ہو میری چشم گریاں سُرخ سُرخ

د

ہنس بھی رہے ہیں وہ نگہ قہر زا کے بعد
پیغام زندگی بھی ہے حکم قضا کے بعد

قدر وفا ہوئی اُنہیں میری قضا کے بعد
آئے لحد پہ پھول چڑھانے دُعا کے بعد

اپنی جفا و جور کی تکمیل کیجئے
تیر نظر کے وار ہوں تیغ ادا کے بعد

درد آشنا ملیگا نہ مجھسا کوئی اُسے
رویا کرے گی مجھکو محبت فنا کے بعد

اتنی ملی ہیں لذتیں تعزیر میں مجھے
کرتا ہوں جانکر میں خطائیں سزا کے بعد

نکلا نہ کام خضر سے بھی راہ عشق میں
رہبر بناؤں کس کو اب اس رہنما کے بعد

پچھتاؤ گے جفاؤں پہ مجھکو مٹا کے تم
آئینگی یاد میری وفائیں فنا کے بعد

سب کچھ ملا جو لذت درد وفا ملی
کیا مانگوں اب میں لذت درد وفا کے بعد

کرتا ہوں دشمنوں کے لئے بھی دُعائے خیر
شیدا یہ مشغلہ ہے مرا ہر دُعا کے بعد

ڈ

حُسنِ چمن پہ ہے عبث اے باغباں گھمنڈ
آکر مٹائے گی تیرا بادِ خزاں گھمنڈ

آہِ شرر فشاں کا دکھاؤں اگر اثر
ملجائے تیرا خاک میں سب آسماں گھمنڈ

ڈھلنے کے بعد پھر کبھی آتی نہیں بہار
کرتے جوانیوں پہ ہیں کیا نوجواں گھمنڈ

دو دن کے بعد پھر وہی گلشن وہی خزاں
چلتی ہوئی بہار پہ کیا باغباں گھمنڈ

رُخ پر نمود خط سے وہ زینت نہیں رہی
ہمراہ حُسن مٹ گیا سب میری جان گھمنڈ

ہر سمت آشکار یہ تیرا ہی نور ہے
زیبا ہے تجھکو مالک کون و مکاں گھمنڈ

شیدا عبث گھمنڈ ہے اپنے شباب پر
یہ دھوپ ڈھل گئی تو کہاں تم کہاں گھمنڈ

ر

فدا شوخی ہی چتون پر ادا غش ہی اکت پر
خدا رکھے زمانہ صدقہ ہی اس پیاری صورت پر

کبھی تو مجھکو غش آتا ہی انکی پیاری صورت پر
کبھی حیرت مجھے ہوتی ہے آئینہ کی حیرت پر

وہ ناکام تمنا ہوں کہ جب تدبیر کرتا ہوں
میری ناکامیاں ہنستی ہیں مجھپر میری قسمت پر

بس مردن نہ آیا اور تو کوئی بھی کام اپنے
مگر ایک بیکسی سر پیٹتی ہے میری تربت پر

جفائیں کیجئے دلمیں مگر اتنا سمجھ رکھیے
نہیں رہتا کسیکا بھی زمانہ ایک حالت پر

نکل جائے زباں سے حرف شکوہ غیر ممکن ہی
کسیکا ڈر ہے گویا مہر لب ہائے شکایت پر

بنادی جوش وحشت نے مری گت ابتو کچھ ایسی
کہ ہنستے ہیں میرے غمخوار خود ہی میری حالت پر

نہ پوچھو ہم سے انداز خرام ناز کیسا ہے
قیامت بھی فدا ہوتی ہے رفتار قیامت پر

بہت ہی تنگ ہوں شیدا میں اپنی دلکی عادت سے
کہ یہ ظالم مچل جاتا ہی ہر ایک اچھی صورت پر

دل میں تپش ہی سوزش اپنے جگر کے اندر
اک آگ لگ رہی ہے ہر سمت گھر کے اندر

مرجھائے داغہائے الفت جگر کے اندر
پھولا پھلا گلستاں اجڑا ہے گھر کے اندر

وحشت نے گھر کیا ہے جب سے جگر کے اندر
گلشن بھی ہے بیاباں اپنے نظر کے اندر

سو حسرتیں ہیں دلمیں سو غم جگر کے اندر
دنیا کا مجھکو کیا غم دنیا ملے گھر کے اندر

کرتا ہوں جمع داغ الفت جگر کے اندر
بنیاد ڈالتا ہوں گلشن کی گھر کے اندر

صیاد امتحاں ہے میرے نہ سوز غم کا
سو بجلیاں نہاں ہیں ہر ایک پر کے اندر

جو چشم خونفشاں سے ٹپکے تھی جوش غم میں
وہ پھول بھر رہا ہوں دامانِ تر کے اندر

کرتے ہیں یوں بسر ہم وحشت میں زندگانی
دو دن ہیں گھر سے باہر دو دن ہیں گھر کے اندر

ہوتی ہیں رائگاں کب مظلوم کی دعائیں
رہتی ہیں یہ ہمیشہ حدِ اثر کے اندر

ارماں بھی ہے دل میں حسرت بھی آرزو بھی
رہتے ہیں روز مہماں دو چار گھر کے اندر

کس کو جگہ دوں دل میں کس پر نگاہ ڈالوں
جب تم سما چکے ہو میری نظر کے اندر

چاہوں تو پھونک ڈالوں ایک آہ میں جہاں کو
وہ سوز بھر رہا ہے میرے جگر کے اندر

ٹکرا کے سر کو اپنے زنداں میں وحشیوں نے
پیدا کئے ہیں رخنے دیوار و در کے اندر

انسان کیا فرشتہ ہوتا ہے رام تیرا
جادو بھرا ہے ایسا تیری نظر کے اندر

اُف تک نہ کی اگرچہ فرقت میں جل بجھے سب
اس درجہ ضبط غم تھا شمع سحر کے اندر

کس مست کا تصور آنکھوں میں ہے یہ شیدا
ساغر چھلک رہے ہیں اپنی نظر کے اندر

ز

تیغ نگاہ یار نے ایسے دکھائے ناز
کہکر یہ مر گیا کوئی کمبخت ہائے ناز

دشمن کو کیا غرض ہے جو تیرے اُٹھائے ناز
کر ہمپہ مشق ناز کہ ہم ہیں فدائے ناز

کیا فائدہ کسیکو جو ہو مبتلائے ناز
کیا تم سے ہے اُمید جو کوئی اُٹھائے ناز

پوچھو نیازمندوں سے لُطف جفائے ناز
کرتے ہیں ہائے ہائے ستم ہائے ہائے ناز

نسبت ہی کیا ہے تم کو حسینانِ دہر سے
تم ناز آفریں ہو وہ ناآشنائے ناز

کہتے ہیں چارہ ساز مرا حال دیکھکر
ہے اسکا کیا علاج کہ جو ہو فدائے ناز

جینے سے تنگ آئے ہیں تیرے نیاز کش
کر دے ہی فیصلہ کہیں تیغ ادائے ناز

ہر ناز دلستاں ہے ہر انداز دلفریب
زیبا ہے تجھکو گر کہے کوئی خدائے ناز

تجھپر زمانہ بھر کے حسینوں کو ناز ہے
کیونکر کسی حسین کا نظر میں سمائے ناز

کشتہ ہی تیری ناز کا جسکو بھی دیکھئے
کچھ ایسی بند گئی ہی جہاں میں ہوائے ناز

کس نازنیں کا رہتا ہے شیدا تجھے خیال
وردِ زباں ہی تیری جو ہر وقت ہائے ناز

س

دیکھئے کیا رنگ لاتی ہی مرے دلکی ہوس
بڑہتی جاتی ہی اُسے پھر تیری محفل کی ہوس

کیوں اُٹھائیں بے سبب ہم تیری دربانوںکی ناز
کیوں کریں بے وجہ آخر تیری محفل کی ہوس

مجھکو شوقِ شہادت اُن کو شوقِ امتحان
ایک ہی میری ہوس اور میری قاتل کی ہوس

خضر بھی اس فکر سے نکلے نہ خالی عشق میں
رہروِ منزل کو تھی اپنی ہی منزل کی ہوس

چاہتا ہوں میں اِدہر خنجر کے جوہر دیکھنا
ہی اُدہر قاتل کو میرے رقصِ بسمل کی ہوس

وصل کی شب میں تو اُنکی اس ادا پر مٹ گیا
مسکرا کر چھپ گیا کیا تھی تیرے دلکی ہوس

اُس نے کیا پھینکا مسلکر دلکو چٹکی سے میرے
ہو گئی پامال دل کے ساتھ ہی دلکی ہوس

کام آیا بیکسی میں اور تو کوئی نہ حیف
ہاں مگر سر پیٹتی ہی قبر پر دلکی ہوس

ذبح کر دے اُسکو ظالم یا سسکتا چھوڑ دے
ہاتھ میں صیاد کے ہی اب عنادل کی ہوس

مٹ گئے شیدا تمنائے وصالِ یار میں
بخت واژوں سے ہوئی پوری نہ یہ دلکی ہوس

اُٹھائے اتنے میں لطف ہوائے صافِ قفس
گرینگے چھوٹ کے ہم عمر بھر طوافِ قفس

نکل ہی جائے اسیروں کی حسرتِ دیدار
نسیم صبح اُٹھا دے اگر غلافِ قفس

بہار باغ پسند آئے کیا اُنہیں صیاد
نصیب جنکو ہے لطف ہوائے صافِ قفس

ستم تو دیکھئے صیاد کے اسیروں پر
کیا ہے کانٹوں سے بند ایک ایک شگافِ قفس

رہگئی عمر بھر آنکھوں کو حسرتِ گلشن
چڑھائے لاکھ قفس پر کوئی غلاف قفس

ملے ہیں لطف اسیروں کو وہ اسیری کے
قفس سے ہو کے رہا کرتے ہیں طواف قفس

یہ بندشیں کوئی صیاد کی ذرا دیکھے
لگے ہیں سینکڑوں پھندے بسر غلاف قفس

کچھ ایسے پھول کھلائے ہیں چشم پُرخوں نے
بنا ہے رشک وہ صد چمن غلاف قفس

کریں طواف قفس کیوں نہ چھوڑ کر شیدا
کہ عمر گذری ہے اپنی باعتکاف قفس

ش

گلشن سے خوش نہ صحرا سے خوش اور نہ گھر سے خوش
شیدا تو ہی کچھ آپ ہی کی رہگذر سے خوش

شاید اُسے جواب ملا حسب مدعا
آتا ہے نامہ بر جو بہت ہی سفر سے خوش

دیکھا تو ہنس دئے میرے زخم جگر تمام
کیا کیا ہوئی ہیں یہ تیرے تیر نظر سے خوش

اب غیر مطمئن ہیں نہ کچھ ہم ہیں مطمئن
دُنیا میں کوئی بھی نہیں اُس فتنہ گر سے خوش

کیوں ہوں کسیکے سامنے دستِ طلب دراز
احسان ہی خدا کا کہ ہوں اپنے گھر سے خوش

کرتا ہوں منتوں سے دُعا درد کے لیئے
ہوں اسقدر میں لذتِ دردِ جگر سے خوش

شیدا وہ آپ آئے ہیں خوش خوش شبِ وصال
کیونکر نہ ہوں میں اپنی دعا کے اثر سے خوش

ص

بڑھائے جاتے ہیں ناحق کسی سے ہم اخلاص
نہیں اُمید کہ قائم رہے بہم اخلاص

وہ ظلم کرتے ہیں اُسپر جو پیار کرتا ہی
نرالا اُن کا زمانہ سے ہے کرم اخلاص

یہاں تو اُسکے ہیں پابند ناصح ناداں
کہ جس سے ہم نے بڑھایا کیا نہ کم اخلاص

زمانہ بھر میں ہیں بس ایک ہی وہ جور پسند — کہ اُن سے دور ہی رہتا ہی سو قدم اخلاص
وہی ہوئے مری قسمت سے جان کے دشمن — جو مجھسے آکے جتاتے تھے دمبدم اخلاص
بڑھا ہی جس سے محبت وہ ہو گیا دشمن — کریں تو خاک کریں اب کسی سے ہم اخلاص
کہیں وہ اور رہنا رنگ لانے والے ہیں — بڑھا رہے ہیں جو دشمن سے دمبدم اخلاص
کہو وہ کیا ہوئے قول و قرار عہد و قسم — چلو ہی دیکھ لیا آپ کا کرم اخلاص

وہ میری جان کے خواہاں ہیں ابتو اے شیدا
بُرا کیا کہ جتا بیٹھے اُن سے ہم اخلاص

ض

شبِ مہتاب میں ہر چیز ہے گلچیں مقراض — طوق ہالہ ہی میرے واسطے پروین مقراض
نشست چلتی ہی تیرے ہاتھ میں گلچیں مقراض — بیکسی پر میرے کس درجہ ہی غمگیں مقراض
تنکے چنتا بھی نشیمن کے لیئے ہیں دشوار — ساتھ ساتھ اپنے لیئے پھرتا ہی گلچیں مقراض
کوئی صیاد کا سامان اسیری دیکھے — در و دیوار پہ گلشن کے لگا دیں مقراض
کردیا میری اسیری نے چمن میں ماتم — دل شکستہ ہی اگر دام تو غمگیں مقراض
کچی کلیاں بھی کترنے سے نہ چھوڑیں صیاد — سر سے پا تک ہی لہو سے میری رنگیں مقراض
ضعف میں پر بھی میرے جسم پہ تھی بار گراں — ہو گئی میرے لیئے باعثِ تسکین مقراض
کس جگر سے میں کروں سیر چمن ای صیاد — تو نے ہر شاخ پہ دو چار لگا دیں مقراض
روشِ گل کو جو ہموار تھا کرنا مقصود — باغباں ہاتھ میں ہوتی ترے زرین مقراض
نگہ غیظ سے دیکھا جو مجھے گلچیں نے — بن گئی میرے لیئے ماتھے کی ہر چیں مقراض
ہم سفیرانِ چمن کے لیئے کرتا ہوں دعا — ہاتھ میں دیکھ کے صیاد کے رنگین مقراض

اب کی گلشن میں عجب رنگ نمو ہے شیدا

پھول کے بدلے نکلنے لگیں رنگیں مقراض

ط

لکھا ہے تو نے کیا یہ مجھے اے غمگسار خط — قربان ایسے خط پہ ہیں تیرے ہزار خط

آیا نہ کوئی خط مرے خط کے جواب میں — اُن کو اگرچہ میں نے لکھے بے شمار خط

اپنی نہ ایک خط سے بھی تسکین دل ہوئی — بھیجے ہیں یوں تو اُسنے مجھے تین چار خط

وعدہ کیا ہے آنے کا اُس نے شب وصال — آنکھوں سے کیوں لگاؤں نہ میں بار بار خط

دیکھا کہ اُس نے پھاڑ کے آخر جلا دیا — تجھکو نہ بھیجنا تھا دل بیقرار خط

رہتا ہوں اُس کے واسطے دن رات بیقرار — کیا کیا دکھا رہا ہے مجھے انتظار خط

جو کچھ ہو وہ ملیں نہ ملیں آئیں یا نہ آئیں — پڑھ لیں کسیطرح سے مگر ایکبار خط

انداز قتل یہ بھی نیا ہے کہ وقت ذبح — گردن پہ کھینچتے ہیں مکرر بار بار خط

کی ہے جو میں نے رونے کی حالت انہیں رقم — اشکوں سے بنگیا ہے میرا لالہ زار خط

شیدا بہت ہے وہ بت بدخو تنگ مزاج
اچھا نہیں ہے بھیجنا یہ بار بار خط

کیا کہا کب بات ہوتی ہی تمہاری کم غلط — جسقدر وعدے کئے تمنے گئے پیہم غلط

جھوٹی باتوں سے تسلی دلکی کر لیتے ہیں ہم — یوں ہی ہو جاتا ہی اے ہمدم ہمارا غم غلط

جا نہیں سکتے کبھی وہ محفل اغیار میں — ہو نہیں سکتی کبھی تاثیر چشم نم غلط

تم کو ہوگا میرے دُنیا سے گذر جانیکا غم — تم کرو گے میرے مرنے کا بھلا ماتم غلط

اور کرتے ہم شب وعدہ کسیکا انتظار — بھول ہم ہی سے ہوئی افسوس سمجھے ہم غلط

نامہ بر خاموش ہے کچھ مُنہ سے کہتا ہی نہیں — میرے منصوبے ہوئے شاید دل پُرغم غلط

جب کسی صورت سے شیدا دل نہیں لگتا میرا
شعر کہہ کہہ کر کیا کرتا ہوں اپنا غم غلط

ظ

قہر سے آنکھ تو دل کبر و ریا سے محفوظ
اِن بلاؤں سے ہوں میں فضل خدا سے محفوظ

مہرباں مجھ پہ کبھی ہیں تو کبھی دشمن پر
کبھی میں ہوں کبھی دشمن ہے جفا سے محفوظ

عاشقوں کے لیئے بنجاتی ہی اکثر تلوار
رکھے اللہ حسینوں کی ادا سے محفوظ

اب یہ ضد ہے کہ مٹاتے ہیں مری تربت کو
مر کے بھی ہم نہ ہوئے اُن کی جفا سے محفوظ

ایک دن موت کا چکھیگا ہر اک شخص مزا
کوئی دُنیا میں رہیگا نہ قضا سے محفوظ

اُسکو بھی ڈر ہے کہ فتنہ نہو برپا کوئی
حشر کب ہے تیرے نقش کف پا سے محفوظ

آنکھ ملتے ہی اُڑا لیتی ہے ظالم دل کو
نہیں رہتا نگہ ہوشربا سے محفوظ

کام ناوک فگنی سے ہی اُنہیں تو ہر دم
دل رہے یا نہ رہے اُن کی بلا سے محفوظ

صاف دل ملتے ہیں ہم ملتے ہیں جس سے شیدا
دل ہے اپنا حسد و کبر و ریا سے محفوظ

ع

روتی ہے میری قبر پہ زار و نزار شمع
اس بیکسی میں کون ہے ایک غمگسار شمع

یوں جل رہا ہوں میں تپ سوز فراق سے
گویا کہ جل رہی ہیں جگر میں ہزار شمع

کس شمع رو کا بزم میں ہی اُسکو انتظار
برسا رہی ہے پھول برنگ بہار شمع

دل انتظار یار میں افسردہ ہوگیا
افسردہ ہوگئی جو شب انتظار شمع

میں ہوں وہ نامراد کہ بعد فنا کبھی
رکھی کسی نے بھی نہ قریب مزار شمع

میری طرح ہے یہ بھی محبت میں مبتلا
میری طرح ہے مضطرب و بیقرار شمع

شیدا کوئی بھی کام نہ آیا پس فنا
پروانے سوگ وار ہیں یا سوگ وار شمع

غ

روشن کرے جو دل میں محبت چراغ داغ
پہونچے نہ آسمان پہ کیونکر دماغ داغ

تم ہی تو گھر کے ایک میرے روشن چراغ تھے
تم آئے دل میں کیا کہ ہوا گل چراغ داغ

اے چارہ گر فضول ہے تیری یہ جد وجہد
ڈھونڈے سے بھی ملیگا نہ تجھکو سراغ داغ

اپنی بہار تجھکو دکھاؤں میں باغباں
ایک سمت تیرا باغ ہو ایک سمت باغ داغ

کس شمع رو کی عشق کی سوزش جگر میں ہے
جلتا ہے میرے پہلو میں ہر دم اُجاغ داغ

کس درجہ میرے داغ محبت سے رشک ہے
رکھتا ہے اپنے سینہ میں مہتاب داغ داغ

شیدا ہے میرے داغ سے نسبت اُسے ضرور
لالہ کھلا ہے باغ میں شکل ایاغ داغ

ف

آیا نہ اپنے وعدہ پہ وہ ایک بار حیف
نکلی نہ میرے دلکی تمنا ہزار حیف

اپنے کئے پہ آپ ہی ہوتے ہیں شرمسار
کہتے ہیں ذبح کر کے مجھے بے اختیار حیف

رو رو کے کہہ رہے ہیں جنازہ پہ وہ میرے
کمبخت نے کیا نہ میرا انتظار حیف

دل کے جو مشورہ تھے وہ سب دلمیں رہگئے
دیکھا انہیں تو جاتا رہا سب قرار حیف

جرم رقیب کی بھی سزا دیگئی مجھے
تقصیر وار بھی نہیں تقصیر وار حیف

کیوں حال بیقرار کسیکو سنا دیا
یہ تو نے کیا کیا دل بے اختیار حیف

وہ عندلیب ہوں کہ کٹی قید ہی میں عمر
دیکھی نہ حسن یار کی میں نے بہار حیف

آئینہ دیکھکر بھی ہے دعوائے خودسری
اپنی نگاہ کا بھی نہیں اعتبار حیف

شیدا کسیکے وعدہ کا ہو خاک اعتبار
جب اپنی زندگی کا نہیں اعتبار حیف

ق

غم ہی تسکین جان کو راحت فزا درد فراق
زندگی عاشق کی کیا جب مٹگیا درد فراق

گھٹ نہ جائے شام فرقت یا خدا درد فراق
بنکے رحمت ہو نہ جائے پھر بلا درد فراق

اب محبت میں کسیلئے کیا کریں ہم آرزو
مل گیا سب کچھ ہمیں جب ملگیا درد فراق

دل لگاکر ہمکو کیا کیا لذتیں حاصل ہوئیں
کیف غم سوز جگر جذب وفا درد فراق

کچھ دل درد آشنا سے انکی لذت پوچھئے
جان تن مردہ میں آئی جب اٹھا درد فراق

میں تجھے کیا درد کی حالت سناؤں چارہ گر
سینکڑوں دردوں پہ بھاری ہے میرا درد فراق

وہ کسی ایذا کو کیا خاطر میں لائیگا بھلا
جسکی حسرت غم ہو جسکا مدعا درد فراق

تجھسے درماں درد کا ہو توبہ توبہ چارہ گر
اور پھر وہ درد بھی کسکا میرا درد فراق

کس سے اپنے درد کی شیدا شکایت کیجئے
رات دن کا ہو گیا ہے مشغلہ درد فراق

ک

کیا فرقت میں ضبط غم یہاں تک
کہ نالہ بھی نہیں آتا زباں تک

انہیں سجدہ سے نفرت ہے یہانتک
نہ رکھا در پہ سنگ آستاں تک

یہ فرد ضعف سے عالم ہے اپنا
کہ اب لب پر نہیں آتی فغاں تک

جنوں کی فتنہ سامانی تو دیکھو
اٹھا رکھا ہے سر پہ آسماں تک

میرے پہلو سے تم پیکاں نہ کھینچو
کھنچی جاتی ہے روحِ ناتواں تک

نہ جانا غیر کی باتوں پہ ہرگز
یہ سب اُن کی وفا ہے امتحاں تک

ہزاروں بال و پر بکھرے پڑے ہیں
قفس سے لے کے شاخ آشیاں تک

میں وہ گم کردہ منزل ہوں کہ مجھکو
نہیں ملتا نشانِ کارواں تک

عدو سے تذکرہ تیرے ستم کا
یہ ممکن ہی نہیں آئے زباں تک

دکھایا یہ اثر جذبِ وفا نے
چلے آئے وہ خود میرے مکاں تک

نہیں یہ بھی خبر وحشت میں مجھکو
کہ جانا ہے مجھے آخر کہاں تک

کسی کے غم میں شیدا خوں کے آنسو
بہائے دیدۂ گریاں کہاں تک

گ

خون روئے مدتوں ہو کر نشیمن سے الگ
سینکڑوں گلشن کھلائے ہمنے گلشن سے الگ

خون ناحق کا ہی دے گا شہادت حشر میں
اب یہ دھبا ہو نہیں سکتا ہے دامن سے الگ

دیکھئے انجام ناکامِ وفا کا دیکھئے
رہتی ہے اب بیکسی بھی اُسکے مدفن سے الگ

ہے سلامت چشم خوں افشاں تو ہم اے باغباں
سو بنا لینگے گلستاں تیرے گلشن سے الگ

یہ فضا یہ رنگ موسم یہ گھٹائیں یہ بہار
ہاتھ رہ سکتے ہیں کیونکر جیب و دامن سے الگ

دل قفس میں جان خطرہ میں نظر صیاد پر
میں نشیمن میں بھی رہکر ہوں نشیمن سے الگ

رات و دن دیر و حرم کے ہمنے جھگڑے دیکھکر
اپنا مشرب کر لیا شیخ و برہمن سے الگ

اب گھڑی بھر کو بھی آنکھوں سے نہیں رکتے ہیں اشک
اور یہ نکلی نئی برسات ساون سے الگ

ہے عجب رنگ طبیعت اُنکا شیدا آج کل
وہ نہ کچھ مجھسے جدا ہیں اور نہ دشمن سے الگ

ل

ہو کس طرح قرار جو تم کو نہ پائے دل
یہ تم نہیں کہ کچھ نہیں پاس وفائے دل

آفت زدہ کا کون سُنے ماجرائے دل
کرتا ہوں ہائے ہائے جگر ہائے ہائے دل

جو تم میں بات ہے وہ حسینوں کو کب نصیب
تم پر نہ آئے دل تو بھلا کس پہ آئے دل

اللہ رے جوش گریہ کہ آنکھوں کی راہ سے
کٹ کٹ کے اب تو آنے لگے پارہ ہائے دل

اچھا ہے وہ سُنیں نہ سُنیں دل کی داستاں
اللہ تو سُنیگا کبھی ماجرائے دل

ہم کو جب اپنی جان کے جانیکا غم نہیں
پھر دل کو کون روکنے بیٹھا ہے جائے دل

مشکل ہے وہ نگاہ ہے دونوں کی تاک میں
کہئے جگر بچائے کوئی یا بچائے دل

وہ مجھسے پوچھتے ہیں شب غم کی واردات
کرتا ہے کون پچھلے پہر ہائے ہائے دل

تقدیر ہی خراب ہو شیدا تو کیا کریں
مر کر بھی ساتھ لے کے چلے مدعائے دل

م

کیا غرض ہے جو کریں وہ میری حالت معلوم
اُنکی اُلفت مجھے معلوم ہے عادت معلوم

جان لیکر بھی نہ آیا اُنھیں اُلفت کا یقین
کیا ستم ہے کہ وہ کہتے ہیں محبت معلوم

موت سے ڈرتے ہیں کب عاشق جانباز بھلا
جبکہ پہلے ہی سے ہے حاصل اُلفت معلوم

دیکھ آتے ہیں اُنہیں بزم عدو میں اکثر
ہمکو ہر چند ہے اعدا کی عداوت معلوم

ایک دن بھی نہ کیا غیر کو بسمل تو نے
ہو گئی تیغ نظر تیری حقیقت معلوم

جان لینے کی یہ تدبیر وہ دل لینے کی چال
شوخی رفتار کی غمزہ کی شرارت معلوم

چارہ گر دیکھ کے حالت کو میری کہتے ہیں
زندگی کی نہیں ہوتی کوئی صورت معلوم

آپ کیا جانیں ابھی درد محبت کے مزے
آپ کو کیا ہے شب غم کی مصیبت معلوم

کسکو حالِ دلِ بیتاب سنائیں شیدا
وہ ہر اک بات پہ کہتے ہیں شکایت معلوم

ن

ہے شاہدِ مقصود کا جلوہ میرے دلمیں
دیکھے تو کوئی دیکھنے والا میرے دلمیں

آیا جو پری بن کے وہ شیدا میرے دلمیں
بچھ بچھ گئے ارمان و تمنّا میرے دلمیں

انوار ہی انوار نظر آتے ہیں ہر سو
بیٹھا ہے جو اک حُسن سراپا میرے دلمیں

پہلو سے اُٹھے وہ تو قیامت نظر آئی
ہونے لگا ایک حشر سا برپا میرے دلمیں

میں بیخودیٔ عشق سے کیا ہوش میں آؤں
ہر وقت تصور ہے کسیکا میرے دلمیں

ساحل بھی چھٹا جاتا ہے اب صبر و سکون کا
موجوں پہ ہے وہ عشق کا دریا میرے دلمیں

مجنوں کی طرح ساتھ بگولوں کے میں پھرتا
وحشت نہ اُٹھا لاتی جو صحرا میرے دلمیں

رہجاؤ جگر تھام کے دل غم سے بھر آئے
دیکھو جو کبھی درد کی دُنیا میرے دلمیں

گھٹ جاتا ہی بڑھ بڑھ کے میرا جوش طبیعت
چڑھ چڑھ کے اُتر جاتا ہی دریا میرے دلمیں

آجاتا ہے جب ذکر کہیں ساغر و مے کا
سچ یہ ہے مچل جاتی ہے توبہ میرے دلمیں

اللہ رے تعظیم تیرے تیرِ نظر کی
کچھ دل ہی بڑا درد ہی اُٹھا میرے دلمیں

جائیں کہاں اب رنج و محن چھوڑ کے مجھکو
مدّت سے یہ آباد ہیں شیدا میرے دلمیں

کچھ بھی تجھے خیال اسیرِ قفس نہیں
صیاد تیرے دل میں ذرا بھی ترس نہیں

ایک میں کہ چین صبح و مسا ایک نفس نہیں
ایک تیرا دل ہی نام کو جسمیں ترس نہیں

پیدا کیا ہے حق نے ہمیں غم کے واسطے
آرام زندگی میں ہمیں ایک نفس نہیں

عاشق کی ہر طرح سے مصیبت میں جان ہے
تیرا ہی درد دل میں رہے بس تمام عمر
یارب ستائے جاتے ہیں عشاق بیگناہ

وہ اپنے بس میں آئے تو پھر دل پہ بس نہیں
یارب تو جانتا ہے مجھے کچھ ہوس نہیں
ان بیکسوں کا کوئی بھی فریاد رس نہیں

رشید اب ہے انقلاب زمانہ کو رات دن
اگلی برس جو بات تھی اب کی برس نہیں

چارہ گر بے فائدہ سرگرم ہیں تدبیر میں
زلف کا سودا ہے سر میں پاؤں ہیں زنجیر میں
خم تھے جتنے گیسوؤں میں یا تیری شمشیر میں
کاتب تقدیر سے پھر گیا شکایت کچھ نہیں
دیکھنے والے کی حیرانی کا نقشہ دیکھئے
قتل سے اپنے کچھ انکا امتحاں بھی ہو گیا
صدقہ ناوک افگنی کے جو کماں سے چھٹ گیا
آتش سوز محبت نے دکھایا ہے یہ رنگ
کہئے کہئے کچھ تو کہئے ہم سے شب کا ماجرا
اسطرف شوق شہادت بڑھتا جاتا ہے ہمیں

ہو کے رہتا ہے وہی لکھا ہے جو تقدیر میں
گردش قسمت سے چکر ہے میری تقدیر میں
ہو گئے شامل وہ میرے گردش تقدیر میں
تم کو لکھ دیتا اگر روز ازل تقدیر میں
آئینہ ایک جڑ دیا ہے یار کی تصویر میں
ہاتھ بھی سچا ہے کچھ پانی بھی ہے شمشیر میں
وہ ترازو ہو گیا بس پہلوئے نخچیر میں
آگ ہر سو لگ رہی ہے خانہ زنجیر میں
شرم کیوں آنکھوں میں ہے لکنت ہے کیوں تقریر میں
واں لگاوٹ ہی نہیں ہے یار کی شمشیر میں

میں کسی کی زلف کو رشید اعبث الزام دوں
میری قسمت کا ہے چکر پاؤں کی زنجیر میں

زینت فزا ہے جلوہ مشہود ہر کہیں
مرہم کی چارہ ساز نہ کچھ فکر کر کہیں
خنجر سنبھال تیر کو زہ کر کمر کو کس
میں یادگار راہ محبت میں رہ گیا

سو رنگ سے گلوں میں ہے رنگ دگر کہیں
درماں یہ تیرے ہنس نہ دیں زخم جگر کہیں
حاضر ہے سر بھی جان بھی قاتل ہنوز کہیں
ڈھونڈھے سے بھی ملا نہ مجھے راہبر کہیں

نبضیں چھٹی ہیں بند ہیں آنکھیں لبوں پہ دم
ہو جائے میرے حال کی اُن کو خبر کہیں

بیٹھا ہوں انتظار میں سو آرزو لیے
لائے جواب خشک نہ پیغامبر کہیں

دل ہی پہ منحصر نہیں کچھ او کماں بدوش
کرتا نہیں خطا تیرا تیر نظر کہیں

ایسا کسی کے حسن نے خود رفتہ کر دیا
دل ہی کہیں خیال کہیں ہے نظر کہیں

بیکار فکر طوق و سلاسل ہی چارہ گر
زندان میں رکنے والے ہیں شوریدہ سر کہیں

گر دینگے نذر جان بھی ہم طول کیا ضرور
قصۂ غم فراق کا ہو مختصر کہیں

پھرتی ہیں در بدر لیے قسمت کی گردشیں
اپنا کہیں ٹھکانا ہے شیدا نہ گھر کہیں

دیگر

دکھاؤ شکل نہ تم ساری رات سارے دن
تم ہی بتاؤ کہ کیونکر کٹیں ہمارے دن

نہ پوچھو ہجر میں کیونکر کٹے ہمارے دن
تڑپتے لوٹتے ہے ساری رات سارے دن

وہ آج قبر پہ آئے ہیں فاتحہ پڑھنے
پھرے تو خاک میں ملکر پھرے ہمارے دن

نہ پوچھے ہم سے کوئی لذت شب وصلت
دعائیں مانگی ہیں اس شب کی ساری سارے دن

جو چڑھ گیا ہو نگاہوں پہ تیری اے کافر
اُسی کی پیاری ہیں راتیں اُسی کے پیارے دن

کبھی امید کبھی یاس انتظار کبھی
تیرے فراق میں کس کس طرح گذارے دن

وہ آئے وعدہ پہ گذریں فراق کی راتیں
بڑے ہی نحس یہ اللہ نے اُتارے دن

اگرچہ دور ہے شام فراق پھر کیا ہے
دکھا رہا ہے ابھی سے جو آج تارے دن

بندھا ہے کسکا تصور تمہیں اُٹھو شیدا
کہ اس کنارے سے پہونچا ہے اُس کنارے دن

وہ وفا کرتے ہیں یا مجھپہ جفا کرتے ہیں
دیکھنا یہ ہے کہ دل لیکے وہ کیا کرتے ہیں

جو خدا والے ہیں وہ یاد خدا کرتے ہیں
تیرے شیدائی تیرا نام لیا کرتے ہیں

مرنے والے جو وفا پر ہیں دفا کرتے ہیں
جنکا جو فرض ہے شیدا وہ ادا کرتے ہیں

ایک وہ ہیں کہ جفاؤں پہ جفا کرتے ہیں
ایک ہم ہیں کہ ستم سہہ کے دعا کرتے ہیں

ہم سے پوچھے کوئی تعزیر میں لذت کیا ہی
جو خطا کرتے ہیں دانستہ خطا کرتے ہیں

تم کو رکھا ہے تصوّر میں چھپا کر ہم نے
جب تمہیں چاہتے ہیں دیکھ لیا کرتے ہیں

سُن لے فریاد کہیں بادہ کشونکی یارب
روز گھنگھور گھٹاؤں کی دعا کرتے ہیں

اُن کے پیکان کو کلیجے سے لگا لیتا ہوں
زخم دل اُنکی مدارات کیا کرتے ہیں

رات دن کرتے ہیں وہ مجھ پہ جفائیں شیدا
یہ ہی آتا ہے اُنہیں اور وہ کیا کرتے ہیں

کیجیے بہی قتل آپ کوئی درمیاں نہیں
عاشق کو ایک بات ہے یہ امتحاں نہیں

گل کا بہی تیرے عشق میں ہی چاک پیرہن
تنہا ایک عندلیب ہی گرم فغاں نہیں

ہم نے سہے ہیں اس سے جفاکار کے ستم
اپنی نظر میں کچھ ستم آسماں نہیں

صیّاد کے بہی جور ہیں گلچیں کے بہی ستم
دشمن کچھ عندلیب کا ایک باغباں نہیں

ملنا ہو اُن سے دیکھیے اب کس سبیل سے
ڈھب پر ابہی چڑھا ہی میرے پاسباں نہیں

اے چرخ کینہ خواہ تیرے ہاتھ سے یہاں
وہ وہ ستم اُٹھائے ہیں جنکا بیاں نہیں

شیدا ہر ایک شے میں اُسیکا ظہور ہے
حمد خدائے پاک کے قابل زباں نہیں

و

گرم کر لو ہاتھ کو پھر تیز کر لو دھار کو
کتنا پانی ہے ذرا دیکھیں تو ہم تلوار کو

اضطراب اپنا کہیں خالی نہ کردے وار کو
دیکھ اے دستِ ستمگر تول کر تلوار کو

اے تیری قدرت یہ نفرت اور مجھسے یار کو
دیکھتا ہے دیکھکر میری طرف تلوار کو

ہائے تیرے ہجر میں دونوں کی ہی حالت خراب
دل کو رو دوں یا سنبھالوں دیدۂ خونبار کو

دل ترستا ہے تمہارے دیکھنے کو رات دن
چاہئے پردہ کا گھر پردہ نشیں کیواسطے
ٹھان لی دلبر تو پھر کیسا عدو کیسا فلک

آنکھ تکتی ہے برابر روزنِ دیوار کو
خانہ دل میں چھپایا ہے شبیہ یار کو
آپ نے کچھ کھیل سمجھا آہ آتشبار کو

فرق ہی شیخ و برہمن میں رہے شیدا نہ کچھ
جوڑ دو تسبیح میں تم رشتۂ زنار کو

جو وہ آئیں تو بہتر ہو جو موت آئے تو اچھا ہو — الٰہی آج ہی کی رات ہو جائے جو ہونا ہو
خبر بھی ہے کہ میں کیا ہوں خبر بھی ہے کہ تم کیا ہو — وفا والو نہیں میں ہوں تم جفا کار و نہیں یکتا ہو
تمہارا حوصلہ نکلے کہیں ارمان پورا ہو — گلا حاضر ہے خنجر ہاتھ میں لو دیکھتے کیا ہو
دکھاؤں دردِ دل اُسکو جو دلمیں درد رکھتا ہو — سناؤں حالِ دل اُسکو جو دل سے سننے والا ہو
میں رسوا ہوں تو ہوں لیکن کہیں تم تو نہ رسوا ہو — نہو میری اگر پروا تمہیں اپنی تو پروا ہو
لیا ہی کام ہمنے ضبط سے راہِ محبت میں — الٰہی مرد میدانِ رضا کا بول بالا ہو
حسینانِ جہاں کو تم سے نسبت تمسی کیا نسبت — تم ایسے ہو کہ اپنی شکل پر محوِ تماشا ہو
یہ کیا تم وعدہ کر کے مجھسے پھر آنکھیں چرا بیٹھے — یہ ہی باتیں تو ہیں جنسے زمانہ بھر میں رُسوا ہو
کیا ہے جسکو ٹکڑے پھاڑ کر دستِ ستمگر نے — الٰہی وہ کہیں میری ہی قسمت کا نہ لکھا ہو
تمہیں کو دیکھتا آتا ہے جو آتا ہی محشر میں — انوکھی چیز ہو تم یا کوئی طرفہ تماشا ہو
اُنہیں اُسدل کا کیا غم ہے اُنہیں اُسدل لگی کیا پڑا — نہ جسمیں کوئی حسرت ہو نہ جسمیں کچھ تمنا ہو
تمہیں آنکھوں سے بھی ہمنے چھپا کر اپنے رکھا ہی — قسم لیلو اگر تمکو تصور میں بھی دیکھا ہو
وفا والے ہیں ہم پاسِ وفا ہی اسقدر ہمکو — زباں سے غیر ممکن ہے ادا حرفِ تمنا ہو

حقیقت طور کی کھل جائے شیدا سارے عالم پر
جو وہ صورت ہو - کوہ طور ہو اور چشم موسیٰ ہو

آئینہ دیکھ دیکھ کے محو اسقدر نہ ہو — دیکھو کہیں تمہیں کو تمہاری نظر نہ ہو
اللہ گر دعا میں ہماری اثر نہ ہو — نخل مراد غیر کا بھی بارور نہ ہو
رکھدو جگر پہ ہاتھ تو درد جگر نہ ہو — عیسیٰ نفس ہو اور تمہارا اثر نہ ہو
دل کیا کہ جسمیں درد ترا سیمبر نہ ہو — وہ آنکھ کیا جُدائی میں تیرے جو تر نہ ہو
افشائے راز عشق کبھی چارہ گر نہ ہو — گر اُن کی بزم میں یہ میری چشم تر نہ ہو
قاتل خیال رکھ نہ کرے کوئی باز پُرس — دامن بوقت قتل ترا خوں میں تر نہ ہو
اے وائے غیر چین کریں روز و شب مدام — دم بھر کو زیر تیغ بھی اپنی بسر نہ ہو
غیروں کے گھر میں جاتے ہوئے ٹوٹتی ہیں پاؤں — چل دور ہو تو اے شب غم میرے سر نہ ہو
اللہ رے دلبری تیری ترچھی نگاہ کی — لیجائے دل کو اور جگر کو خبر نہ ہو
میں ہوں کہ ایک گردشِ کار رواں ہوئے — مجھسا بھی بدنصیب کوئی عمر بھر نہ ہو
کہنا مزاج پاکے ذرا داستانِ غم — آزردہ دل وہ مجھسے کہیں نامہ بر نہ ہو
طول شب فراق ہو طولِ شبِ وصال — مانگیں وہ منتوں سے سحر اور سحر نہ ہو

شیدا تمام عمر میں نکلی ہے آرزو
میری شبِ وصال کی یارب سحر نہ ہو

جو کچھ بھی فیصلہ ہو خدا کے حضور ہو — میرا قصور ہو کہ تمہارا قصور ہو
رکھدو جگر پہ ہاتھ تو تسکین ضرور ہو — کچھ تو دوائے دردِ دلِ ناصبور ہو
تم رشکِ ماہ یا کوئی جنت کی حور ہو — جو کچھ بھی ہو طریقۂ اُلفت سے دور ہو
میری یہ آرزو ہے رہے رات حشر تک — اُن کو یہ بیکلی ہے سحر کا ظہور ہو
الزام سب مجھی پہ ہیں یہ بھی ہے کوئی بات — میں ہوں قصوروار کسیکا قصور ہو
نکلے جو دل سے خانۂ اغیار پھونکدے — اتنا اثر تو آہ میں اپنی ضرور ہو
پروا اُسے مصائب دُنیا کی کچھ نہیں — جو نشۂ شرابِ محبت میں چور ہو

جنت میں لاکھ حور سہی ہمکو کیا غرض
مخصوص کوہ طور تھا موسیٰ کے واسطے

اپنی نظر میں تم ہی تو جنت کی حور ہو
سبکو ملے یہ آنکھ تو کیا قدر طور ہو

شیدا ہے اپنے عمر طبعی حباب وار
کیا ایسی زندگی پہ کسی کو غرور ہو

مجھسے بڑھکر غیر کا محفل میں رتبہ کیوں نہو
رحمتِ حق کا گنہگارو نپہ سایہ کیوں نہو
استخواں تک پھونکدیں سوزِ فراق یار نے
شکوۂ صحرا نوردی ہے دلِ شیدا عبث
آئینہ میں اپنی صورت دیکھکر کہتے ہیں وہ
جو گرا نظروں سے تیری پھر ٹھکانا ہی نہیں
بڑھتی جاتی ہے اُنہیں غیروں کی چاہت ان بدن
وصل کی شب بھی وہاں مہندی لگی ہاتھوں نہیں

جو تیری نظروں میں اچھا ہے وہ اچھا کیوں نہو
اُسکے ہم ہو کر رہے ہیں وہ ہمارا کیوں نہو
اب رقیبِ روسیہ دل تیرا ٹھنڈا کیوں نہو
ہم خریدارانِ وحشت کو یہ سودا کیوں نہو
میری صورت پہ ہر ایک محوِ تماشا کیوں نہو
اس سے کیا سارے زمانہ سے وہ اچھا کیوں نہو
خشک نخل آرزو کا پتہ پتہ کیوں نہ ہو
اے جُدائی آج بھی خونِ تمنا کیوں نہ ہو

قتل شیدا پر اُٹھائے ہاتھ جب تو بے گناہ
وار تیرے خنجرِ بُراں کا اوچھا کیوں نہو

دیگر

ایدل ذرا سی بات میں اندوہگین نہو
اتنا بھی کوئی مائل عشقِ حسین نہو
مجنوں طبیعتوں کو ہی اپنے جنوں سے کام
مرنے کے بعد کیسے نبھے گی جفا بغیر
ایک تو ہے بیوفا کہ زمانہ ہے بے وفا
حاضر ہے اپنا دل مگر اتنا رہے خیال

تو جسکو ڈھونڈتا ہے کہیں وہ یہیں نہو
اتنا ہی کوئی دشمن ایمان دین نہو
اُنکی بلا سے جیب نہو آستیں نہو
ایسا نہو کہ آسمان زیرِ زمین نہو
تیرا یقیں نہو کہ کسیکا یقین نہو
اقرار وصل پر کہیں لب پر نہیں نہو

شیدا کلام داغ کے ہم تو ہیں شیفتہ
ممکن نہیں زبان لکھو آفریں نہ ہو

دیگر

رات کٹتی ہی میری نالۂ شبگیر کے ساتھ
دن پکڑتا ہوں بمشکل اسی تدبیر کے ساتھ

شب کو سوتا ہوں لپٹ کر تری تصویر کے ساتھ
غم غلط ہوتا ہے میرا اسی تدبیر کے ساتھ

کیا غرض غیر کو۔ کیوں ناز اُٹھائے اُنکے
یہ تو باتیں ہی گئیں عاشقِ دلگیر کے ساتھ

خوب کی میری عیادت کہ تسلی کے عیوض
لے گئے ہائے میرے سینہ سے دل تیر کیساتھ

دل کو چٹکی سے مسلتے ہو بُرا کرتے ہو
اتنی سختی نکرو عاشقِ دلگیر کے ساتھ

اُن سے جاکر کوئی انداز تکلم سیکھے
غیر کو اپنا بنا لیتے ہیں تقریر کے ساتھ

اپنی آنکھوں سے وہ حالت میری دیکھیں تو سہی
نامہ بر دلکو ہی لیجا میری تصویر کے ساتھ

اللہ اللہ تری شوخ بیانی شیدا
دل کھنچا جاتا ہے سب کا تری تقریر کیساتھ

ی

پھرتی ہے دردر لئے مجھکو پریشانی میری
کسقدر رُسوا ہوں ہائے خانہ ویرانی میری

ہی فریب چشم عالم سبحہ گردانی میری
ساری دُنیا ہو رہی ہی آج دیوانی میری

کعبہ کیسا دیر کیسا یوں ہے لطف بندگی
اُنکا سنگ آستاں ہو اور پیشانی میری

آپ دل لیکر مجھے نادان سمجھیں کچھ کہیں
ابتو ہر دانائی ہی گویا ہے نادانی میری

دشت میں ہوگا ہر ایک کانٹا میرا منت گذار
سوکی تن پوشی کریگی ایک عریانی میری

پھر دفور گریہ سے آنکھونکی ہی حالت خراب
دیکھئے کیا گل کھلائیگی اشک افشانی میری

تنکا تنکا آشیانہ کا شرارہ بن گیا
وجہ بربادی ہوئی آتش بداما نی میری

عمر بھر کیا اضطراب درد کم ہوگا مرا
نشۂ آنکھوں میں نہ ہاں بہر ذکر می ہاتھوں میں جام
ہی سکونِ دل کے ہم پہلو پریشانی میری
حشر میں دیکھے تو کوئی گفر ساما نی میری

جب سے وہ شیدا تصور میں مرے رہنے لگے
دور رہتی ہے میرے دل سے پریشانی میری

دیگر

حسن گلشن پہ مٹی جب سے جوانی میری
میں نے دیکھے ہیں بہت شادی و غم کے منظر
پوچھنے والے نہ سُن مجھسے قفس کی روداد
میرے سینہ میں ہو ایک سوز کی دنیا مستور
چھوڑے جاتا ہوں میں ہر قلب میں اک داغِ وفا
لب پہ ہر مرغ چمن کے ہی کہانی میری
ساری دُنیا کی کہانی ہو کہانی میری
ایک ایک پھول کو ترسی ہے جوانی میری
آگ لگجائیگی سُننا نہ کہانی میری
دیکھکر روئیگی دُنیا یہ نشانی میری

خود بخود دل میں اُمنڈ تے ہیں مضامین شیدا
بڑھ کے ہے طبع کی دریا سے روانی میری

نہ آیگا ترے کوچہ میں اے جانِ جہاں کوئی
تمہیں کیا فکر گو کرتا رہے آہ و فغاں کوئی
عجب نقشہ ہو کوے یار کا دیکھا نہیں جاتا
ہماری ہم سے پوچھیں آپ اور غیروں کی غیروں سے
ہزار افسوس چن لیں ساری کلیاں دستِ گلچیں نے
رموزِ عشق سے پُر ہے کلام جانفزا اپنا
غرض کیا مُفت جو کھائے کسیکی گالیاں کوئی
تمہیں پروا نہیں ہرگز اگر ہو نیم جاں کوئی
تڑپتا ہی یہاں کوئی سسکتا ہو وہاں کوئی
کسیکا حالِ دل بہتر کریگا کیا بیاں کوئی
نہ چونکا شور پر بھی بُلبلو نکلے باغباں کوئی
ہماری گفتگو سمجھی اگر ہو نکتہ داں کوئی

جلایا سامنے غیروں کے تم نے آج شیدا کو
یہی کرتا ہے خاطر مہماں کی میزباں کوئی

دیگر

حالت نہ پوچھیے تنِ مجنونِ زار کی
تصویر کھنچی ہے دامنِ صحرا پہ خار کی

تو کیا ہے ایک اُمید ہے اُمیدوار کی
آئینہ کیا ہے شکل ہے ایک انتظار کی

دامن پہ اُن کے خاک ہی میرے مزار کی
مٹی ٹھکانے لگ گئی مجھ خاکسار کی

روتی ہے بیکسی پہ مری شمع رات بھر
پروانے خاک اُڑاتے ہیں میرے مزار کی

سیماب رکھ کے ہاتھ پہ اُن کو شبِ وصال
حالت دکھا رہا ہوں دلِ بیقرار کی

سینہ پہ لوٹتا ہے یہ اُنکے تمام رات
گستاخیاں تو دیکھیے پھولونکے ہار کی

تم نے جو دل پہ ہاتھ محبت سے رکھدیا
سب کوفت مٹ گئی دلِ بے اختیار کی

اتنا اُڑا کہ چرخ کے رُخ پر یہ چھا گیا
ہمت تو دیکھیے مری مُشتِ غبار کی

شیدا کے دل سے پوچھیے کچھ زندگی کے لطف
جاگیر مل گئی ہے اُسے کوئے یار کی

دیگر

گریباں گیر جب میری تمنائے دلی ہوگی
خدا کے سامنے کیسی تمہیں شرمندگی ہوگی

میرے ماتم میں نالاں ایک حسرت کیا نئی ہوگی
یہ کچھ رو دیگی شبنم ساری تربت شبنمی ہوگی

بنینگے شیخ جی پیرِ مغاں سج دھج نئی ہوگی
بڑا جلسہ ہے میخانہ میں کیفیت بڑی ہوگی

خدا سے جب کہونگا حالِ دل میدانِ محشر میں
تماشا دیکھنا ساری خدائی دیکھنی ہوگی

وہ جاتے جاتے مجھکو اور یہ ایک دیگئے چرکا
عدو سے دشمنی گویا ہماری دشمنی ہوگی

سرِ محشر مجھے رونا ہے اپنے خونِ ناحق کا
کہ تم سے پوچھ گچھ ہوگی مجھے شرمندگی ہوگی

وہ مجھسے وصل کی شب کہہ رہی ہیں کیا قیامت ہے
عدو کے گھر نہ جانیسے بڑی شرمندگی ہوگی

ابھی کیا ہو نظر اُنکی ابھی تو رنگ لائے گی
کٹاری ہی جو بچپن میں جوانی میں چھری ہوگی

بتوں کے در پہ سجدہ توبہ توبہ غیر ممکن ہے
نہ میں نے بندگی کی ہے نہ مجھسے بندگی ہوگی

سحر سے شام تک سو مشکلیں ہیں جان کو شیدا
ہماری زندگی کچھ زندگی میں زندگی ہوگی

ی

دیگر

تم ہی پہ یہ نظر نہ تمہاری الٹ پڑے
دیکھو نہ آئینہ کہیں جوبن نہ پھٹ پڑے

پہلے ہی سے یہ موت کا طالب ہے سرنگوں
دیکھو نہ دھار ہاتھ سے انگلی نہ کٹ پڑے

کھل جائے منھ تو ماند ہوں انوار ماہتاب
ہو صبح پائمال جو چہرہ پہ لٹ پڑے

اللہ رے حسن واہ رے شوخی خدا گواہ
قابو چلے تو مہر درخشاں لپٹ پڑے

شیدا بھی اپنی زیست سے بیزار ہے بہت
بجلی تیری نگاہ کی اُسپر اوچھٹ پڑے

دیگر

خاک کوئی دم میں کاخ آسماں ہونیکو ہے
شعلہ افگن پھر یہ آہ ناتواں ہونیکو ہے

پھر عدو کے اور اُن کے درمیاں ہونیکو ہے
کوئی دن میں انقلاب آسماں ہونیکو ہے

میں بھی ہوں روز ازل سے خوگر جور و جفا
ہو اگر کوئی شریک آسماں ہونے کو ہے

اُن کے غمزہ کے حیا کے ناز کے انداز کے
دیکھئے سرکش کے خون عاشقاں ہونیکو ہے

ہو چکے اے عندلیب زار تیرے چہچہے
تجھسے رخصت اب بہار گلستاں ہونیکو ہے

دیکھئے رہتا ہے سہرا کس کے سر محشر میں آج
مدعی اُن کے مقابل اک جہاں ہونیکو ہے

پڑ رہے ہیں جان کے لالے دل بیمار کے
خیر ہو یارب کہ میرا امتحاں ہونے کو ہے

دیکھئے لاتا ہے کیا کیا آفتیں عہد شباب
کوئی دن کی بات ہے وہ نوجواں ہونیکو ہے

چھوڑتا ہے اب کہیں شیدا کو فکر روزگار
کوئی دن میں ختم ساری داستاں ہونیکو ہے

دیگر

ستم توڑیگی آفت ڈھائیگی رفتار سمجھے تھے
کبھی جائیگی جانِ عاشقِ بیمار سمجھے تھے

تری وعدہ فراموشی پر اپنی جان دیتے ہم
ہوئی یہ بھول تجھکو صادق الاقرار سمجھے تھے

اُنہیں نظروں کا گھائل ہوں اُنہیں نازوں کا بسمل ہوں
جنہیں سوفار جانا تھا جنہیں تلوار سمجھے تھے

بھلا سر پھوڑتے کیوں پھوڑتے سر سنگ اسود سے
تیرے دیوانے تیرے کوچہ کی دیوار سمجھے تھے

کسی دن خاک کر ڈالیگا ہمکو تو نمانے گا
تیری گردش سے ہم اے چرخ کجرفتار سمجھے تھے

دمِ آخر بھی کچھ پوچھی نہ حالت دل گرفتوں کی
مسیحائے زماں تجھکو تیری بیمار سمجھے تھے

جلایا گھر اُنہیں کا اُنپہ آخر گر گئی بجلی
جو میری آہ آتشبار کو بیکار سمجھے تھے

تمہاری دور ہی سے دیکھکر مستانہ چالوں کو
قیامت پر قیامت ڈھائیگی رفتار سمجھے تھے

وہی دردِ محبت بن گیا اب زندگی شیدا
جسے ہم ابتداً جان کو آزار سمجھے تھے

دیگر

شبِ وصال وہ آئے تو محوِ خواب رہے
یہاں تو عیش میں بھی موردِ عتاب رہے

رہے تو دور میں یوں ساغرِ شراب رہے
کہ جیسے دورِ فلک دور آفتاب رہے

ہمارے اور تمہارے شباب کے دن ہیں
لو آؤ آج تو لطفِ شرابِ ناب رہے

دعائیں دیتی ہیں اُنکو اُمنگ ہائے شباب
کہ عمر بھر یوں ہی چھایا ہوا شباب رہے

نقاب میں بھی نظر کی ہی چھیڑ چھاڑ رہی
حجاب میں بھی رہے وہ تو بیحجاب رہے

مجھے تو تم کہیں کم بخت ہی کہے جاؤ
کہ میرے نام میں شامل میرا خطاب رہے

ہمیشہ داغ کا رنگِ سخن لکھو شیدا
سخنوروں میں تمہارا جو انتخاب ہے

دیگر

آتے نہیں وہ آئینہ دل کے سامنے
شرما رہے ہیں مہ مقابل کے سامنے

تصویر بیکسی ہوں میں منزل کے سامنے
سو نامرادیاں ہیں میرے دل کے سامنے

بارِ گراں ہے شوق شہادت میں سر مجھے
قصہ بھی طے ہو خنجر قاتل کے سامنے

سجدہ کو جاؤں کعبہ و بتخانہ کس لیئے
بیٹھے ہیں جبکہ آپ میرے دل کے سامنے

پانی ہی حسرتوں پہ میرے آج پھر گیا
ٹکرا کے ڈوبی ناؤ جو ساحل کے سامنے

صیاد بھی خلاف ہے گلچیں بھی برق بھی
کیا کیا مصیبتیں ہیں عنادل کے سامنے

نبضیں چھٹیں ہیں بند ہیں آنکھیں مریض کی
پہونچا ہی چاہتا ہے یہ منزل کے سامنے

ہلتی نہیں ہے آنکھ بھی اب عکس حسن سے
بُت بن گیا ہوں خنجرِ قاتل کے سامنے

ارمان بھی آرزوئیں بھی حسرت بھی درد بھی
دُنیا بسی ہوئی ہے میرے دل کے سامنے

تو عاشقوں کے دل کا میرے جان ہی ماہتاب
آئے تری بلا مہ کامل کے سامنے

پھر آرزوئے قتل نے بیتاب کر دیا
پھر لیچلا ہے دل مجھے قاتل کے سامنے

حسرت سے دیکھتے رہے ہم سوئے ناخدا
کشتی تباہ ہو گئی ساحل کے سامنے

یہ عاجزی یہ شوق شہادت یہ انکسار
سر کو جھکائے بیٹھا ہوں قاتل کے سامنے

شیدا ہیں اپنی وضع کے پابند اسقدر
نکلی ہماری جاں درِ قاتل کے سامنے

گیا دل جب سے ویرانی ہی ویرانی میسر ہے
جو ارماں ہے وہ آوارہ جو حسرت ہے وہ بے گھر ہے

وفا کا تصفیہ دُنیا میں ہو جائے تو بہتر ہے
یہ ضد اچھی نہیں ظالم کہ محشر پھر بھی محشر ہے

ترے اس وعدۂ فردا کا کیونکر ہو یقیں مجھکو
ترا ہر ایک وعدہ وعدۂ فردائے محشر ہے

سحر سے دل میں پیدا ہو رہے ہیں وسوسے لاکھوں
نگاہِ برق یا رب آج کس کے آشیاں پر ہے

چلو ظالم سے رسم نامہ و پیغام بھی چھوٹی
کہ قاصد رہ سے ناواقف شکستہ پر کبوتر ہے

کوئی ایسے مریضِ ناتواں کا کیا کرے درماں
جو فرطِ ضعف سے بارِ نظر ہے تارِ بستر ہے

ارے او پوچھنے والے پتہ صحرانوردوں کا
جہاں کٹ جائے اپنی رات غربت میں وہی گھر ہے

سرِ مقتل عروج اللہ اکبر خونِ بسمل کا
کہ قطرہ قطرہ زیبِ زینتِ دامانِ خنجر ہے

نشہ میں خوب ساقی سے چلی اب بات پر اپنی
وہ کہتا تھا کہ شیشہ ہی میں کہتا تھا کہ ساغر ہے

تمنا کیا کروں کوئی کہ میں دل ہی نہیں رکھتا
برائے مدعا کیوں کر کہ برگشتہ مقدر ہے

ہمیں فکرِ معیشت سے کہاں فرصت ہے ای شیدا
انہیں کی شاعری ہے جنکو آزادی میسر ہے

نام بدنام جس کا دنیا ہے
نشتر بادلوں کا سایا ہے

اور دل میں میرے دھرا کیا ہے
وہی لے دے کے ایک تمنا ہے

غم نہیں ہے تو کیوں ہیں اشک رواں
دل نہیں ہے تو کیا دھڑکتا ہے

آ ادھر آ تیری بلائیں لوں
نامہ بر کیا جواب لایا ہے

تجھکو سو بار تیرے جلوؤں کو
کس نے دیکھا ہے ہمنے دیکھا ہے

اُس کے در پر ہوں ناصیہ فرسا
یہ محبت نہیں تو پھر کیا ہے

زندگی کا ہے اعتبار عبث
زندگی کیا ہے ایک دھوکا ہے

دل کی بیچینیاں نہیں جاتیں
میرا کیا حشر ہونے والا ہے

لاکھ ارمان لحد میں لایا ہوں
میرے ہمراہ میری دنیا ہے

ایک مشتاق دید میں کیا ہوں
سارے عالم سے اُسکا پردا ہے

سانس آئے نہ آئے اے شیدا
زندگانی کا کیا بھروسہ ہے

یہ کیا کہتے ہو۔ پھر کہنا نہ کرنا دل لگی مجھسے
وفا دشمن سے اچھا دل چرا کر بے رخی مجھسے

نہ پوچھو ہائے حالت کچھ نہ پوچھو تم میری مجھسے
زمانہ مجھسے آزردہ ہے جتنی زندگی مجھسے

غم جاناں میں غم کا ہو گیا ہوں اسقدر خوگر
الگ پھرتی ہے ظالم منہ چھپائے خرمی مجھسے

انہیں رحم آئے پھر آئے میری آشفتہ حالی پر
ذرا سن لیں کہانی وہ دل پر درد کی مجھسے

تمہیں دل دیدیا جان و جگر بھی دونوں حاضر ہیں
عدو کی منتیں لیکن ہو گا یہ کبھی مجھسے

یہ ظالم ایک دم بھی چین سے رہنے نہیں دیتا
فلک کو لاگ یا رب کس بلا کی پڑ گئی مجھسے

ترے قربان یا رب کیسی حالت ہو گئی میری
کہ میری بیکسی بھی بھاگتی ہے دور ہی مجھسے

تری بے التفاتی پر کسیکو کیا بھروسہ ہو
کبھی دشمن سے الفت ہے محبت ہے کبھی مجھسے

وہی تصویر جسمیں وہ عدو کے پاس بیٹھے ہیں
نہ دیکھی جائیگی ہرگز نہ دیکھی جائیگی مجھسے

غرض سب کچھ کیا آفت اٹھائیں سختیاں جھیلیں
شب فرقت مگر شیدا نہیں کاٹے کٹی مجھسے

دیگر

آلہی آج کس حسرت زدہ کا دم نکلتا ہے
جسے دیکھو وہی کرتا ہوا ماتم نکلتا ہے

یہ کیا کہتے ہو کیوں شیدا تمہارا دم نکلتا ہے
مریجاں دم نکلتا ہے کہ دل سے غم نکلتا ہے

کسی سے دل لگا کر ہائے کیسی کشمکش میں ہوں
نہ ظالم دم نکلتا ہے نہ دلسے غم نکلتا ہے

بلا سے دم دل عاشق کا گھٹ جائے تو گھٹ جائے
ترا خم کب بھلائے گیسوئے پر خم نکلتا ہے

ابھی کیا جانیں ناز دلبری انداز معشوقی
کہ بچے ہیں عوض پانی کی منہ سے سم نکلتا ہے

عرق ہیں تر نہیں گیسو کسی کے روئے روشن پر
یہ کالا ناگ اکثر جا چاٹنے شبنم نکلتا ہے

کبھی تم نے نہ دیکھا کیسی حالت ہو گئی میری
کبھی تم نے نہ پوچھا کیسکے پیچھے دم نکلتا ہے

دغا کیسی وفا وائے کہاں کیسی وفاداری
ہزاروں میں کوئی شاید شریک غم نکلتا ہے

ہوئیں تانے ہوئے ماتھے پہ چین شمشیر کا ابرو ہے
وہ ظالم جب نکلتا ہے بایں عالم نکلتا ہے

ہیں ایسا سخت جان اب ہو گیا اللہ کی قدرت
کہ میرے نام سے تیغ رواں کا دم نکلتا ہے

طبیعت مضمحل لاکھوں تفکر کیا کریں شیدا
زباں اچھی سہی اب شعر اچھا کم نکلتا ہے

دیگر

آہ دل لیکے بھی ظالم نے ستا رکھا ہے
پھر ستانیکا بھی انداز نیا رکھا ہے

کیا قیامت ہی ترا روٹھ کے من جانا بھی
انہیں باتوں نے تو کمبخت مٹا رکھا ہے

جس محبت نے کہیں کا بھی نہ رکھا ہم کو
اُس محبت کو کلیجہ سے لگا رکھا ہے

پوچھتے کیا ہو مریض شب غم کی حالت
دیکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ کیا رکھا ہے

اور یہ عہد جوانی نے قیامت ڈھائی
کہ لگاہوں کو بھی پابند حیا رکھا ہے

ہم کس اُمید پہ مرنے کی تمنائیں کریں
وہ یہ فرماتے ہیں مرجانے میں کیا رکھا ہے

کہہ رہا ہوں دلِ بیتاب کی حالت شیدا
میری قسمت میں جو ہونا ہے ہوا رکھا ہے

دیگر

شبِ فرقت دلِ محزوں سے گر نالہ نکل جائے
قیامت اُسکے استقبال کو خود سر کے بل جائے

مسیحا بن کے آجاؤ یہ ارماں بھی نکل جائے
مریضِ ہجر کی بگڑی ہوئی حالت سنبھل جائے

جنابِ شیخ کی توبہ بھی ہے توبہ میں کچھ توبہ
جہاں ساغر کوئی چھلکے وہیں نیت بدل جائے

تجھے دل بستگی سے کام ہے آ تیغ زن اپنی
ابھی کیا ہے کسیکا دم نکلتا ہے نکل جائے

محبت ہاں محبت کی بڑی سرکار ہے شیدا
جو جاتا ہے تو اس کوچہ میں کوئی سر کے بل جائے

دیگر

وہ اگر گلشن میں گیسوئے معنبر کھولدے
ایک ایک غنچہ دوکان مشک اذفر کھولدے

حسرتیں ویران ہیں سب دل کی ویرانی کیساتھ
اور گھر اُجڑے ہوئے گھر کے برابر کھولدے

رہنے والے اس چمن کے جانیوالے ہیں کہاں
کھڑکیاں پنجرہ کی صیادِ ستمگر کھولدے

میری مشکل بھی کوئی دنیا کی سی مشکل ہو گیا — ناخنِ تدبیر اس عقدہ کو کیونکر کھولدے
اب تیری ایک ایک ادا تلوار و خنجر ہوگئی — اب شباب آیا کمر سے اپنے خنجر کھولدے
اُسکو کیا غم اُسکو پھر کوئی پریشانی ہو کیوں — جس کسی کا کاتبِ قسمت مقدر کھولدے
پھر وہی اے ابروئے پُرخم رہی کچھ چھیڑ چھاڑ — پھر دہانِ زخمِ دل اے نوکِ نشتر کھولدے

بیٹھے ہیں بزمِ سخن میں مدعی ہی مدعی
آج اے شیدا زباندانی کے جوہر کھولدے

دیگر

حسرتیں روتی ہیں مِل مِل کر دلِ ناشاد سے — آج گھر چھٹتا ہے تیرے خانماں برباد سے
آفتوں میں مشکلوں میں رنج و غم میں نزع میں — میں کبھی غافل نہیں رہتا تمہاری یاد سے
ہجر میں راتیں تو کٹ جاتی ہیں پر لطف سے — کام اتنا تو نکل جاتا ہے اُن کی یاد سے
دل پریشاں دلکی ساری حسرتیں ہیں مضطرب — گھر کا گھر نالاں ہے میرے نالہ و فریاد سے
ضعف نے بڑھ بڑھ کے دلکی حسرتیں برباد کیں — لب تک اب آیا نہیں جاتا میری فریاد سے
وہ تو وہ اب بڑھ گیا یہ بدگمانی کا اثر — یاد اُنکی دور رہتی ہے دلِ ناشاد سے
دیکھئے رہتا ہے سہرا کس کے سرِ مقتل میں آج — سخت جانی کی ہیں چوٹیں خنجرِ فولاد سے

اس لئے ہے مجھکو اے شیدا دلِ پُرغم کی قدر
ایک نسبت خاص ہے اسکو کسی کی یاد سے

وہ سرِ مقتل تماشائے نظر دیکھا گئے — دیکھنے والے میرا حالِ دگر دیکھا گئے
پوچھ اُن آنکھوں سے اس حسنِ نظر کش کا اثر — تابِ نظارہ نہ تھی ہمکو مگر دیکھا گئے
ہائے یہ اپنا مقدر اور یہ لطفِ دردِ دل — ہم جو کچھ دیکھا گئے اے چارہ گر دیکھا گئے
ہم پہ جو گذری شبِ فرقت وہ گذری اے اجل — راہ ہم تیرے ہی آنے کی مگر دیکھا گئے
اپنی اُفتادوں کا غم کیا مشکلوں کی فکر کیا — ہمتو اپنے دوستوں کی ہی نظر دیکھا گئے

آرزو مینا کی حسرت غم کی۔ توبہ کی دعا
ہم گھٹاؤں کی طرف با چشمِ تر دیکھا کئے

چارہ گر وہ کیف وہ لطفِ نمک پاشی نہ پوچھ
دیر تک وہ حسرتِ زخمِ جگر دیکھا کئے

اس طرف ہوتے رہے دنیا میں تازہ انقلاب
پیشِ آئینہ وہ چشمِ عشوہ گر دیکھا کئے

اٹھ گیا میں چھوڑ کر دنیا میں اک نقشِ وفا
جب میں یاد آیا وہ اپنا سنگِ در دیکھا کئے

عشق میں شیدا کچھ ایسی ہو گئی حالت خراب
جس حسین پر پڑ گئی اپنی نظر دیکھا کئے

دیگر

اپنی بھی نہ ہو قدر تو انسان ہی کیا ہے
بندہ ہوں جو آنکھیں تو حقیقت میں خدا ہے

وہ خوابِ گراں سے کیا اٹھ کے گیا ہے
سجدوں کا سرِ راہگذر حشر بپا ہے

آنکھ اس سے لڑی آہ یہ دل اس پہ فدا ہے
تقدیر سے جو دشمنِ اربابِ وفا ہے

کہتے ہیں میری ہجر میں مرنا نہیں آساں
مطلب یہ ہے گویا مری مٹھی میں قضا ہے

غنچے کے تبسم سے کھلا عقدۂ ہستی
ہر زندگیٔ عیش کا انجام فنا ہے

کیوں خضر کا احسان رہِ الفت میں اٹھاؤں
بڑھتا ہوا یہ شوق میرا راہنما ہے

اللہ رکھے دردِ محبت کو سلامت
درمانِ جگر ہے یہ میرے دل کی دوا ہے

آ کہ محبت کی اجڑنے کو ہے دنیا
دم منتظرِ دید کا آنکھوں میں رکا ہے

شیدا کہیں بدلیں تو نہیں اسکی نگاہیں
بدلی ہوئی کیوں آج زمانہ کی ہوا ہے

سہرا

نہیں ہوتا ہی جدا سر سے جو دم بھر سہرا
بن گیا ہے میرے نوشہ کا مقدر سہرا

رُخ انور پہ بہاروں کا ہے منظر سہرا
صدقے سہرے کے ترا سہرا ہی دلبر سہرا

تو ہے گلزار جوانی کا شگفتہ وہ پھول
خود بہاریں ترا لائی ہیں بنا کر سہرا

میرے نوشہ کو بہاروں نے بنایا ہی دُلہن
جسقدر پھول تھے سب ہو گئے یکسر سہرا

لمبیاں کس طرح لیتا کہ ادب تھا مانع
رہگیا تار گریباں میں اُلجھکر سہرا

نظرِ بد سے تھا دشمن کے بچانا مقصود
رہگیا بن کے نظر چہرہ کے اوپر سہرا

پھول وہ پھول کہ ہر پھول پہ گلشن صدقے
لاکھ سہروں پہ تیرا بھاری ہی دلبر سہرا

تارِ زریں کی چمک مثل شعاعِ خورشید
ہر لڑی اُسکی ہے سلک در و گوہر سہرا

ماہ و پرویں بھی تصدق تو ثریا بھی نثار
کیوں نہ رُتبہ میں ہو کیوانسے فزوں تر سہرا

دھوم ہے عرشِ معلیٰ پہ تیری شادی کی
آج ہر ایک ملک کی ہے زباں پر سہرا

بڑھ گئی موتیوں کی اور بھی سہرے میں چمک
عرقِ رُخ سے ترے ہو گیا جب تر سہرا

وضع اچھی ہے تو ہر چیز بھلی لگتی ہے
کنگنا ہاتھ پہ موزوں ہے تو سر پر سہرا

بے سبب سر سے یہ قدموں پہ نہیں گرتا ہے
صدقے نوشاہ پہ ہوتا ہے سراسر سہرا

دل سے دیتا ہے دُعائیں تجھے شیدا صد بار
ہو مبارک تجھے نوشہ ترے سر پر سہرا

مبارکباد شادی کتخدائی نور چشمی لالہ جھابجن لعل صاحب رئیس و زمیندار موضع بیرنی ضلع ایٹہ

برنگ قصیدہ

مرحبا آئی ہی گلزار جہاں میں کیا بہار
نکہتِ گل اِن دنوں دوشِ ہوا پر ہے سوار

اشہب خامہ کو ہی کیوں آج یہ حاصل وقار
نقش سُم پر ہو رہے ہیں جسکے مہر و مہ نثار

کیوں بجاتا ہی چمن میں پتہ پتہ تالیاں
رقص کیوں کرتے ہیں طاؤس اب قطار اندر قطار

سرو استقبال کو کس کے کمر بستہ ہے آج
چشم وا نرگس ہے کیوں کس کا ہی اسکو انتظار

کس لئے رطب اللسان ہی آج طوطی باغ میں
گیت کس کی تہنیت کا آج گاتی ہے ہزار

نکلا ہے خورشید خاور دیکھے کس کی نذر کو
طشت زریں میں دُرِ انجم لگا کر بے شمار

سرزمینِ بیرنی کو کس نے بخشا ہی شرف
کیوں نظر آتی ہے ہر ذرہ سے شانِ کردگار

رشک ہے خلدِ بریں کو بیرنی کے اوج پر
سامنے اُسکے خجل رضواں ارم ہے شرمسار

ہر طرف پھیلی ہوئی ہے وہ شمیم عطر بیز
مست ہے جس سے ہر ایک گل جس سے بیخود ہے ہزار

مانی و بہزاد دونوں نقش حیرت بن گئے
ہی وہ نقاشی کا عالم آج ہر سو آشکار

الغرض یہ دل نے پوچھا میری حیرت دیکھکر
کیوں تحیر ہے تجھے اسدرجہ کیوں ہی بیقرار

پھر تو بڑھتے جوش میں اُسکو دیا میں نے جواب
کیا خبر تجھکو نہیں اتنی بھی اے غفلت شعار

آج جھانجن لال کی دُختر کی یہ شادی کا دن
مدتوں کے بعد آیا ہے بفضلِ کردگار

یہ وہ شادی ہے کہ تھا جسکا ہر ایک حسرت نواز
یہ وہ جلسہ ہی کہ تھا جسکا ہر ایک کو انتظار

لالہ روشن لعل صاحب بھی ہیں یکتائے زماں
جنکے نانی کی ہی سر سہرا درخشاں زرنگار

اُنکا ہر ایک وصف دُنیا کی زباں پر ہے رواں
اُنکا ہر اخلاق گویا یادگارِ روزگار

بر توبکی سے جنکے قوم کل ہی بہرہ مند
منبع جود و سخا ہیں مخزنِ عز و وقار

ان کا ہر آرام ہے آرامِ جانِ دوستاں
اُنکی ہر تشویش گویا جان و دل کا انتشار

دیتی ہیں حوریں مبارک باد اُنکو خلد سے
عرش والے ہو گئے خوش کرتے ہیں رونکو نثار

طبع عالی کے مقابل یہ تواضع چیز کیا
کھڑا انہ خدمت میں ہیں جو ادا کیں تین چار

مسند جاہ وحشم نوشہ کی ہو آرام گاہ
فتح فیروزی ہو اُسکے ہمرکاب و ہمکنار

نیر اقبال اُس کا تا ابد تاباں رہے
سکہ جم جاہ گیتی میں رہے بس برقرار

یہ عدیم الفرصتی اُس پر کچہری کا وہ کام
رات بھر بیداریاں دن بھر ہیں فکر و انتشار

قصہ ہائے جائدادِ خاندانی ایک طرف
ایک طرف یہ انقلابِ گردشِ لیل و نہار

ہر یہی اپنی دُعا باغِ جہاں میں خوش رہیں
ہر زماں دولہ دُلہن با عزّت و جاہ و وقار

سب کو یہ شادی مبارک اور رہیں دلشاد سب
شادیاں ہوتی رہیں یارب یونہی لیل و نہار

ختم کر شیدا دُعا پر اس قصیدہ کو کہیں
ہو چکی شیوہ بیانی خامشی کر اختیار



تضمین غزل اُستادی حضرت نشتر مقتدری سکندر آبادی

اپنی دلکش شکل سے کافر نہ دے دھوکا مجھے — راز سب معلوم ہے تیری حقیقت کا مجھے
چھیڑنا اچھا نہیں اے عشرتِ دُنیا مجھے

آپ نے سوچا بھی آخر ہو گیا ہے کیا مجھے — آپکو یہ بھی خبر ہے کسکا ہے سودا مجھے
آپ نے یہ بھی سُنا کہتی ہے کیا دُنیا مجھے

کچھ گنہ تھا عشق میں ہونا بھی مدہوشِ جنوں — تھا دفا کرنا بھی کوئی جرم اے جوشِ جنوں
کر دیا تو نے جو خارِ دامنِ صحرا مجھے

سب وہ اگلی پچھلی باتوں کا سراپا کھنچ گیا — اُکل قیامت کا میری آنکھوں میں نقشہ کھنچ گیا
یاد جب آیا کسی کا وعدۂ فردا مجھے

توبہ توبہ بھولتا ہوں اب کسی کے دل سے کب — جانتے پہچانتے ہیں سب محبت کے سبب
کیا گلستاں کیا قفس کیا دشت کیا دریا مجھے

یہ تو سمجھا بے سرو ساماں ہی خالی ہاتھ ہے — یہ نہ جانا حسرتوں کی ایک دُنیا ساتھ ہے
رکھ گئی تربت میں تنہا جانکر دُنیا مجھے

یہ نہ پوچھو آگیا کیا میری آنکھوں کو نظر — ایک گلابی رنگ کا پھر تو فضا میں دیکھکر
دلکو کچھ جنبش ہوئی پھر ہو گیا سکتا مجھے

کر لیا تنہائیوں کی جب مصیبت کا خیال — آگیا زنداں میں جبدم اپنی وحشت کا خیال
گوشہ گوشہ میں نظر آنے لگا صحرا مجھے

تیری ان بے مہریوں پر اور تو میں کیا کہوں — چلگیا بادِ مخالف چل گیا تیرا افسوں
حُسن بھی گل سے نظر آتا ہے بیگانہ مجھے

دل اُٹھائے کسطرح دنیا کی شیدا لذتیں
عمر کے دو سانس نشتر اور ہزاروں حسرتیں
فکر دامنگیر بہی کرتا ہے آخر گیا مجھے

تضمین غزل صابری عابدی امروہوی تلمیذ حضرت نشتر مقتدری سکندر آبادی

گریہ کی لذتیں نہ پوچھ بزم شب دراز میں
پردے سکون وضبط کے کھل گئے دل کے ساز میں
درد وفا نہ چھپ سکا ہم سے کسی کا راز میں
نغموں کا رنگ آگیا نالۂ دلگداز میں
مستیاں اور بڑھ گئیں نرگس نیم باز میں

جتنی بھی تھیں عنایتیں اُتنا ہی لطف کم بھی تھا
یار کی تیغ تیز میں آب بھی کچھ ہی سم بھی تھا
یعنی شہید ناز پہ جور بھی تھا کرم بھی تھا
موت کی جو خوشی ہوئی اسمیں شریک غم بھی تھا
خون کا داغ آگیا دامن احتراز میں

آنکھوں میں کچھ مروتیں دل میں کچھ وفائی بو
شانوں پہ بال منتشر ساتھ جلو میں کچھ عدو
وعدہ خلافیاں شعار ظلم وجفا وجور خو
آیا مریض ہجر کو دیکھنے کب وہ حسیلہ جو
غفلتیں جبکہ بڑھ گئیں دیدۂ امتیاز میں

حسن کی بارگاہ کو حد سے سوا جلال ہے
طائر ذوق جستجو اپنا شکستہ بال ہے
بھٹکے ادھر اُدھر نگاہ فتنوں کی کیا مجال ہے
سیر اغیار کم نصیب پہونچے وہاں محال ہے
دخل نہیں نسیم کو جسکے حریم ناز میں

شیدائے مست حال کو رنج والم سے کیا غرض
حسن پہ اپنے غش ہے وہ حسن صنم سے کیا غرض
مفت کا غم اُٹھائے کیوں بیناکے غم سے کیا غرض
صابر خود پرست کو دیر وحرم سے کیا غرض
کھو یا گیا ہے آپ کو دیکھ کے بزم راز میں

تضمین
لہو کا ایک قطرہ ہے جسے ہم دل سمجھتے ہیں
دیگر

جو عاشق ہیں فنائے عشق کا حاصل سمجھتے ہیں
خدا والے تجلیات کی محفل سمجھتے ہیں
جو دیوانے ہیں لیلا کا اُسے محمل سمجھتے ہیں
بہت غم کا ٹھکانا درد کی منزل سمجھتے ہیں
لہو کا ایک قطرہ ہے جسے ہم دل سمجھتے ہیں

خدا کا گھر کوئی اسکو کوئی بتخانہ سمجھا ہے
کسی نے شمع حسن یار کا پروانہ سمجھا ہے
کوئی تیغ نگاہ ناز کا بیعانہ سمجھا ہے
کوئی ہمراز سمجھا ہے کوئی بیگانہ سمجھا ہے
لہو کا ایک قطرہ ہے جسے ہم دل سمجھتے ہیں

کوئی کہتا ہے گہوارہ اُسے جذبات پنہاں کا
کوئی دُنیا تمناؤں کی مسکن کوئی ارماں کا
کوئی غنچہ سمجھتا ہے محبت کے گلستاں کا
کسی نے گھر بنا رکھا ہے اسکو تیر مژگاں کا
لہو کا ایک قطرہ ہے جسے ہم دل سمجھتے ہیں

کبھی چھالا سمجھ لیتا ہے عاشق سوزش غم کا
کبھی تصویر خانہ ہے یہ ایک حسن مجسم کا
کبھی شانہ بنا لیتا ہے اسکو زلف پرخم کا
کبھی شیشہ کبھی پتھر کبھی یہ جام ہے جم کا
لہو کا ایک قطرہ ہے جسے ہم دل سمجھتے ہیں

اِسے کہتے ہیں جان آرزو بھی قلب مضطر بھی
طلبگار مسرت بھی ہے شیدا غم کا خوگر بھی
یہ پردہ پوش بھی ہے پردہ در بھی راز پرور بھی
یہ امیدوں کا مسکن ہے اور اُجڑا ہوا گھر بھی
لہو کا ایک قطرہ ہے جسے ہم دل سمجھتے ہیں

مسدس

کار قومی کے لئے قومی محبت شرط ہے
آدمی بننے کو بیشک آدمیت شرط ہے
حفظ حق کے واسطے علمی لیاقت شرط ہے
خُلق خود کرتی ہے عزت قابلیت شرط ہے
خُلق ہے چلتا ہوا جادو فریبوں کے لئے

خوبیٔ عادت سے ہو جاتا ہے انسان لاجواب
انکساری ہو تو بن جاتا ہے ذرہ آفتاب

تنگ دنیا ہے کسیکی ہے اگر خصلت خراب
خبث باطن کیلئے ہے زندگی گویا عذاب

باعث رسوائی عالم ہے بشر کی خودسری
اکبر سے حاصل نہیں ہوتی کبھی بار آوری

کچھ عجب حالت ہے اب دنیا کی حالت کیا کہوں
مٹ گئی آنکھوں سے غیرت دل سے الفت کیا کہوں

پاس عزت ہے نہ کچھ پاس شرافت کیا کہوں
دیکھئے جسکو ہے وہ پابند نخوت کیا کہوں

علم میں درخور ہے گویا آشنائے علم ہے
قابلیت کچھ نہیں لیکن فدائے علم ہے

رنج دینے میں کسی بیکس کے غافل نہیں
کام وہ کرتے ہیں ظالم جنسے کچھ حاصل نہیں

کون انکی تیغ بداطوار کا گھائل نہیں
دو قدم آگے ہیں سب سے گو کسی قابل نہیں

رات دن ان کو نظر آتا ہے خواب ممبری
گویا جان زندگی ہے انتخاب ممبری

بھولے بھٹکے ہو گیا حاکم سے گر انکا سلام
دھمکیاں ہیں روزمرہ گالیاں تکیہ کلام

ہاتھ میں رہنے لگی ہر وقت تیغ بے نیام
گھر عدالت مشورے بیرسٹروں سے انکا کام

رات دن چالاکیوں پہ اپنی ان کو ناز ہے
جو رذل قوم ہے وہ مونس و دمساز ہے

جہل سے اسدرجہ انکی بڑھ گئی ہے خودسری
کرتے ہیں گمراہ ہو کر وہ ہر ایک کو رہبری

ممبری چنگی کی ہے ان کے لیئے پیغمبری
گویا انکے ہاتھ آئی ہے جہاں کی سروری

جسطرف سنئے بس ان کی ممبری کی دھوم ہے
ابتو انکے ذہن میں سکرٹری محکوم ہے

باعث ذلت ہے انکی کبر و نخوت کا خیال

آدمی کو چاہیئے کچھ آدمیت کا خیال

دل میں پیدا ہو اگر قومی حمایت کا خیال
چاہیئے بدنظر پہلے شرافت کا خیال

امتیاز نیک و بد کو چشم بینا چاہیئے
بیشک ان باتوں کو شیدا خلق اعلیٰ چاہیئے

پیکانِ غم

رُودادِ فراق

مسدس

آج کیوں درد کلیجہ میں سوا ہوتا ہے
میں یہ کیا دیکھتا ہوں آج یہ کیا ہوتا ہے
کیوں مجھے شومئی قسمت کا گلا ہوتا ہے
کون پہلو سے مرے آج جدا ہوتا ہے
دل کی دُنیا مری برباد ہوئی جاتی ہے
آرزو مائل فریاد ہوئی جاتی ہے

ساحلِ صبر و سکوں مجھسے چھوٹا جاتا ہے
بحرِ غم میں دلِ بیتاب بہا جاتا ہے
بات بنتی ہے نہ کچھ منہ سے کہا جاتا ہے
سامنے آنکھوں کے اندھیر ہوا جاتا ہے
ضبط کی تاب نہ یارا ہے شکیبائی کا
نقشہ آنکھوں میں کھنچا جاتا ہے تنہائی کا

کس کے چھٹنے کا الم ہے کہ مٹا جاتا ہوں
کون جاتا ہے کہ بے حال ہوا جاتا ہوں
آتشِ سوزشِ فرقت سے جلا جاتا ہوں
یہی عالم ہے تو افسانہ بنا جاتا ہوں
حال اب غم سے پریشان نظر آتا ہے
سارا عالم مجھے ویران نظر آتا ہے

جسکو آرام نہ ہو وہ دلِ مضطر میں ہوں
اپنے اس حال کو خود دیکھکے ششدر میں ہوں

حسرت و یاس کی تصویر سراسر میں ہوں
جو بگڑ کر نہیں بنتا وہ مقدر میں ہوں

میری دُنیا ہے تمناؤں سے خالی دُنیا
میری دُنیا ہے زمانہ سے نرالی دُنیا

جانیوالے تجھے احساسِ خفا ہے کہ نہیں
دل دکھانا کسی بیکس کا برا ہے کہ نہیں

کیوں ہے ناخوش ارے کچھ خوفِ خدا ہے کہ نہیں
تو ہی کہدے مری فریاد بجا ہے کہ نہیں

ضد ہے جانیکی تو پھر مجھکو مٹا کر جانا
اپنے ہاتھوں سے تہِ خاک دبا کر جانا

تجھکو آنکھوں نے تصور میں چھپا کر رکھا
تیری اُلفت کو کلیجے سے لگا کر رکھا

نظرِ غیر سے بھی تجھکو بچا کر رکھا
دلِ پر درد کا ارماں بنا کر رکھا

کیا یہی میری وفاؤں کا صلہ ملنا تھا
یونہی ملنا تھا تو اس طور سے کیا ملنا تھا

یہ تو معلوم تھا اک روز خفا تو ہوگا
قائم العہد نہ پابند وفا تو ہوگا

مائلِ صد ستم و جور و جفا تو ہوگا
تیرے انداز یہ کہتے تھے جدا تو ہوگا

آفتیں لائیگی اک روز جوانی تیری
داغِ دل بن کے ستائیگی نشانی تیری

آہ وہ صحبتیں وہ لطف وہ تفریحِ خیال
غمِ فردا تھا ہمیں اور نہ کچھ فکرِ مآل

واقفِ درد نہ تھے پاس نہ آتا تھا ملال
عیش بھی عیش تھا پھر عیش بھی تا حدِ کمال

انقلاباتِ زمانہ نے نہ چھیڑا ہمکو
آنکھ بھر کر کبھی گردش نے نہ دیکھا ہمکو

آسماں تاک میں تھا رنگ بدلنے کے لئے
فتنے بیچین تھے چالیں نئی چلنے کے لئے

کروٹیں گردشیں لیتی تھیں سنبھلنے کیلئے
مضطرب گھر میں قیامت تھی نکلنے کیلئے

تفرقہ ڈالنے والوں نے جدائی کردی
مٹ گئیں حسرتیں گھر بھر کی صفائی کردی

تو جدا ہو مری بربادی کی تدبیر ہے یہ
خواب اک دیکھا تھا اس خواب کی تعبیر ہے یہ

کیجئے کس سے گلہ گردشِ تقدیر ہے یہ
عشق کا نام بُرا عشق کی تاثیر ہے یہ

میری قسمت میں ہی رونا تو مسرت کیسی
آج میں سمجھا کہ ہوتی ہے محبت کیسی

عیش کے بھیس میں غم تھا مجھے معلوم نہ تھا
درد آمیز کرم تھا مجھے معلوم نہ تھا

شربتِ وصل میں سم تھا مجھے معلوم نہ تھا
میری قسمت میں الم تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں نے اس دل پہ محبت کی بنا رکھی تھی
اپنی ہر آرزو مٹی میں ملا رکھی تھی

میں تجھے دل کی ضیا آنکھ کا تارا سمجھا
میں تجھے اپنی تمناؤں کی دنیا سمجھا

میں تجھے اپنے بھرے گھر کا اُجالا سمجھا
میں تجھے دردِ محبت کا مسیحا سمجھا

مجھسے مُنہ پھیر کے دی دادِ محبت تو نے
قدر کیا خوب کی بربادِ محبت تو نے

تو نے دل دیکھا طبیعت بھی مری دیکھی ہے
تو نے اچھی بُری حالت بھی مری دیکھی ہے

تو نے ساتھ اپنے رفاقت بھی مری دیکھی ہے
آزمایا ہے محبت بھی مری دیکھی ہے

تجھکو رخصت کروں یہ کب ہے کلیجہ میرا
تو جو جائیگا تو نکلیگا جنازہ میرا

جانے والے مرا مرنا بھی ذرا دیکھتا جا
ابھی دم بھر میں ہوا جاتا ہے کیا دیکھتا جا

اپنی آنکھوں سے یہ منظر بھی نیا دیکھتا جا
دیکھتا جا مرا انجام وفا دیکھتا جا

آ تڑپنے کے سب انداز دکھا دوں تجھکو
جان کسطرح سے دیتے ہیں بتا دوں تجھکو

پھر نہ کہنا کہ جدائی میں بسر تک بھی نہ کی
پھر نہ کہنا مری اُلفت پہ نظر تک بھی نہ کی

رات کاٹی نہ گئی غم کی سحر تک بھی نہ کی
پھر نہ کہنا مجھے مرنیکی خبر تک بھی نہ کی

سامنے تیرے سرانجام وفا کا ہو جائے
آج ہی خاتمہ بالخیر بس اپنا ہو جائے

آ پھر اکبار کلیجے سے لگا لوں تجھکو
تو اگر روٹھ گیا ہے تو منا لوں تجھکو

پیار کر لوں تجھے پہلو میں بٹھا لوں تجھکو
پھر یہ ممکن نہیں جب چاہوں بلا لوں تجھکو

سانس اُکھڑیگی مری موت کا قابو ہوگا
میں کہاں ہونگا مری جان کہاں تو ہوگا

میں جو مر جاؤں تو کچھ غم بھی نہ کرنا میرا
بین با دیدۂ پُرنم بھی نہ کرنا میرا

سامنے غیر کے ماتم بھی نہ کرنا میرا
ذکر احباب میں ہر دم بھی نہ کرنا میرا

شاد رہنا کوئی غم پاس نہ آنے دینا
صبر ہر حال میں ہاتھوں سے نہ جانے دینا

زندگی کا یہی انجام ہوا کرتا ہے
درد والوں کا یہی کام ہوا کرتا ہے

جان ہی دینے سے کچھ نام ہوا کرتا ہے
اس مرض کو یونہی آرام ہوا کرتا ہے

اُن کو ملتا ہے یہ رتبہ جو ہیں قسمت والے
موت کو کھیل سمجھتے ہیں محبت والے

جنکو مر جانا ہر اک بات وفا ہے ان کی
خو ہر اک حال میں تسلیم و رضا ہے انکی

وجہ تسکین ہر خلش درد دوا ہے ان کی
مختصر یہ ہے کہ دُنیا ہی جُدا ہے ان کی

اُن کو انجام کی پروا ہے نہ کچھ نام سے کام

اپنے محبوب سے مطلب ہے دل آرام سے کام

حسن والے تو ابھی ناز سمجھتا ہی نہیں
تو مسیحائی کے اعجاز سمجھتا ہی نہیں

دلبری کے ابھی انداز سمجھتا ہی نہیں
تو محبت کے ابھی راز سمجھتا ہی نہیں

تو نے سیکھا نہیں انداز رواداری کا
کب سلیقہ سے تجھے آیا ہے وفاداری کا

درد جو اُٹھتا ہے دلمیں وہ بتاؤں کیونکر
اپنے جذبات کو سینہ میں دباؤں کیونکر

چوٹ کھائی ہے کہاں تجھکو دکھاؤں کیونکر
اس بھڑکتی ہوئی آتش کو بجھاؤں کیونکر

اشک آنکھوں سے بہانا مجھے منظور نہیں
میرے مسلک میں محبت کا یہ دستور نہیں

میرے پہلو میں محبت کا شناسا دل ہے
میرا ہمراز ہے مونس شب غم کا دل ہے

خوگر درد ہے لذت کش ایذا دل ہے
مختصر یہ ہے کہ ساری مری دنیا دل ہے

جب میں روتا ہوں دلاسا ہی دیتا ہے مجھے
جوشش غم میں سہارا ہی دیتا ہے مجھے

عشق کا راز کروں فاش یہ ہو سکتا نہیں
خوف رُسوائی ہے دل کھول کر رو سکتا نہیں

اپنے ہاتھوں سے یہ دولت کبھی کھو سکتا نہیں
کشتی صبر و تحمل کو ڈبو سکتا نہیں

صبر شیوہ ہے مرا پاس شکیبائی ہے
تجھ سے کہہ بھی دیا احوال کہ تنہائی ہے

ہاں مگر ضبط فغاں ضبط تحمل کب تک
دل نہ مرجھائیگا آخر صفت گل کب تک

صبر ہوگا ہی تو اے محو تغافل کب تک
کوئی خاموش رہے ہجر میں بالکل کب تک

درد اُٹھیگا جگر میں تو فغاں بھی ہوگی
جو خلش دلمیں نہاں ہے وہ عیاں بھی ہوگی

بیقراری سے مرا حال پریشاں ہوگا
رنگ لائیگا جنوں چاک گریباں ہوگا
تو جو بچھڑیگا تو گھر رشکِ بیاباں ہوگا
دم پہ بن جائیگی کچھ اور ہی ساماں ہوگا

آرزو ہوگی جب اس طور سے برباد مری
ساری دُنیا کو ہلا ڈالیگی فریاد مری

خوں بہائینگی تری یاد میں آنکھیں ہر دم
بیکسی میری تباہی کا کریگی ماتم
ساتھ ہی ساتھ مرے روئیگی شب بھر شبنم
آہ نکلیگی دھواں بنکے جگر سے پیہم

آگ فرقت کی بجھائے نہ بجھیگی مجھسے
جان کسی شکل بچائے نہ بچیگی مجھسے

ایک آزار مرے حق میں محبت نکلی
دو گھڑی چین سے رہنے کی نہ صورت نکلی
میں جسے سمجھا تھا راحت وہ مصیبت نکلی
یہ محبت تری کمبخت قیامت نکلی

آنکھیں اب آرزوئیں دلکی دکھاتی ہیں مجھے
رحمتیں زحمتیں بن بنکے ستاتی ہیں مجھے

تجھپہ آیا تھا شباب آفت ڈھانیکے لئے
آسماں نے مجھے تاکا تھا اٹھانیکے لئے
فتنے سوتے ہوئے جاگ اُٹھے مٹانیکے لئے
اک تماشہ مجھے بننا تھا زمانے کے لئے

عیش کے بعد اُٹھانی تھی مصیبت بھی مجھے
دیکھنا تھا مگر انجام محبت بھی مجھے

خیر جو کچھ مری قسمت میں تھا پایا میں نے
بوجھ بھاری تھا مگر سر پہ اُٹھایا میں نے
چوک مجھسے ہوئی دل تجھسے لگایا میں نے
اپنے ہی ہاتھ سے ہستی کو مٹایا میں نے

دل کو غم پاؤں کو زنجیر محبت میں ملی
واہ کس شان کی جاگیر محبت میں ملی

میں بھلا واقفِ آزار کہاں تھا جو ہوا
میں بلاؤں میں گرفتار کہاں تھا جو ہوا

میں زمانہ کا خطا دار کہاں تھا جو ہوا
میں محبّت کا طلبگار کہاں تھا جو ہوا

کھو دیا حُسن نے دو چار اشاروں میں مجھے
آگئی نیند جوانی کی بہاروں میں مجھے

تجھپہ کیا قابو ہو جب دلپہ نہیں کچھ قابو
جانتا ہوں کہ نہ روکے سے رُکیگا ابتو
حسرت آتی ہے مری آنکھو نمیں بن بنکے لہو
نظر آتا ہی نہیں کوئی سکوں کا پہلو

کوششیں سب مری بے سود نظر آتی ہیں
راہیں یکجائی کی مفقود نظر آتی ہیں

تو نرالا ہے تو ہے ضد بھی نرالی تیری
بات کوئی بھی نہیں چال سے خالی تیری
میں ہوں ناراض یہ ہے خام خیالی تیری
مجھسے آزردہ ہے کیوں خاطرِ عالی تیری

دل دُکھاؤں ترا یہ میرے خیالوں میں نہیں
مجھسا دلدار ترے چاہنے والوں میں نہیں

مجھکو تیری نگہ ہوش ربا کی سوگند
مست آنکھوں کی قسم شرم و حیا کی سوگند
مجھکو تیرے لبِ اعجاز نما کی سوگند
ارے کافر تری ایک ایک ادا کی سوگند

زندگانی ہے مری وقف جفاؤں کے لیئے
جی رہا ہوں میں فقط تیری دُعاؤں کے لیئے

تو نہ ہوگا تو تری یاد ستائیگی مجھے
آگ فرقت کی شبِ روز جلائیگی مجھے
یہ تری چاند سی تصویر رُلائیگی مجھے
آہ کیا کیا تری اُلفت نہ دکھائیگی مجھے

اب یہ دل ہوگا تری یاد ترا غم ہوگا
اک قیامت مری تنہائی کا عالم ہوگا

ہُوک اُٹھیگی تو آہوں کو رسا کر لوں گا
کچھ بیاں تاروں سے رودادِ وفا کر لونگا
درد ہی کو خلشِ دلکی دوا کر لوں گا
شبِ فرقت کو غرض کیف فزا کر لونگا

اشک پی پی کے لگی دلکی بجھالوں گا میں
تیری تصویر کو سینہ سے لگالوں گا میں

بڑھ گیا دلمیں اگر جوشش فرقت کا اثر
آنکھیں پالینگی ترے ڈوبتے تاروں سے خبر

ہوگا ہاتھوں سے مرے چاک گریباں سحر
رات ہو جائیگی فرقت کی بہر شکل بسر

جان کے ساتھ سب آلام گذر جائیں گے
زندگی کے یونہی ایام گذر جائیں گے

میرا احوال جو ہوتا ہے زبوں ہونے دے
خرد و ہوش کو قربان جنوں ہونے دے

خلش درد مرے دلمیں فزوں ہونے دے
ارے ہونے دے تمناؤں کا خون ہونے دے

تو رضامند ہو جس میں وہ رضا ہے میری
زندگی کیا کروں مجبور وفا ہے میری

شاد رہ شاد کہ ناشاد مجھے تونے کیا
لیکے دل خانماں برباد مجھے تونے کیا

وقف غم خوگر فریاد مجھے تونے کیا
قید سے ہستی کے آزاد مجھے تونے کیا

جا ترے ساتھ مرے دل کی دعائیں ہوں گی
میں وہاں ہونگا جہاں میری وفائیں ہونگی

تو پھلے پھولے خوش انجام تمنا دیکھے
تجھکو ہر حال میں راضی ترا شیدا دیکھے

رنج و غم دور رہیں عیش ہمیشہ دیکھے
دیکھے تو دلکی امنگوں کا تماشہ دیکھے

تو جوانی کی بہاروں میں پھلے شاد رہے
حشر تک حسن کی دنیا تری آباد رہے

ستارے

ہوتی ہی نہیں اسکی تڑپ ایک نفس بند
اس دل کا بڑا ہو کہ ہے دم زلبس بند

کیا ذوق گرفتاری عشاق ہے دل کو
دو چار قفس ہیں تو دو چار قفس بند

دو آنکھیں ہیں اور آنکھوں میں جلوے ترے لاکھوں
ایک دل ہے اور اس دلمیں ہے دنیا کی ہوس بند

ملتی نہیں ایک لمحہ بھی دل کو مرے تسکین
ہوتا ہی نہیں درد جگر ایک نفس بند

برسیگی صحن باغ پہ لیل و نہار آگ
دامن میں بھر کے لائی ہے ابکی بہار آگ

بھڑک اُٹھی ہے تپ غم سے تن زار میں آگ
کہیں لگ جائے نہ قاتل تیری تلوار میں آگ

جب ملتے ہیں ہر چیز میں وہ اور بہر رنگ
اکدن نظر آئینگے بہر طور بہر رنگ

کوئی پوچھے میرے دلسے حقیقت تیر مژگاں کی
سمجھتا میزباں ہی خوب دعوت اپنے مہمانکی

ہوئی وحشت خبر ہاتھوں نے لی پہر جیب داماں کی
نظر آنے لگی گھر میں مجھے صورت بیاباں کی

دُنیا دل میں بستی ہے

میرا دل ایک دُنیا ہے
دُنیا دل میں بستی ہے

میں ہوں تو یہ دُنیا ہے
میرے دم سے وابستہ

دُنیا کیا ہے دھوکا ہے
سارے جہاں کی بستی ہے
دُنیا دل میں بستی ہے

راحت کیسی رنج کہاں کا
غم ہے میرے دل کی تسکین

مالک ہوں میں سارے جہاں کا
راحت دل کی مستی ہے
دُنیا دل میں بستی ہے

مرنا میرا جینا میرا
مرنا کیا ہے جینا ہے

عالم ہے آئینہ میرا
ہستی کی کیا ہستی ہے
دُنیا دل میں بستی ہے

کہکشاں خورشید ستارے
خورشید میں میرا جلوہ ہے

میرے ہی محکوم ہیں سارے
مہتاب چراغ دستی ہے
دُنیا دل میں بستی ہے

نازش میرا حُسن مجسم
عرش بریں پرواز ہی میری

میرا صدقہ سارا عالم
بلندی میری پستی میری
دُنیا دل میں بستی ہے

حُسن کی ایک ضو ہے دُنیا

عشق کی ایک لو ہے دنیا

رحمت ایک گھنگھور گھٹا ہے	بے رُت کھل کے برستی ہے دُنیا دل ہیں بستی ہے
حُسن نظر کی زینت ہے میری نظر کی وسعت ہیں	زینت شے بے قیمت ہے ساری بلندی پستی ہے دُنیا دل میں بستی ہے
اُلفت کیا ایک نور ہے دل کا عشرت تجھ میں زہر بھرا ہے	عشرت ایک ناسور ہے دل کا اُلفت تجھ میں مستی ہے دُنیا دل میں بستی ہے
پھول شگفتہ داغ جگر کے عشق حقیقی جانِ تمنا	موتی آنسو دیدۂ تر کے حسرت عیش پرستی ہے دنیا دل میں بستی ہے
سر میں اپنے سودا تیرا سینہ ہے جذبات کا مسکن	آنکھوں میں ہے جلوہ تیرا دل میں جوشِ الستی ہے دُنیا دل میں بستی ہے
ارماں میرے پاس بہت ہیں میرا دل ایک دُنیا ہے	سب جینے کے وسواس بہت ہیں دُنیا دل میں بستی ہے دُنیا دل میں بستی ہے
دُنیا کی کیا پروا مجھکو دُنیا مٹنے والی ہے	چاہتی ہے سب دُنیا مجھکو دُنیا کی کیا ہستی ہے دُنیا دل میں بستی ہے
بلبل میری حُسن کی مجنوں	نرگس میری آنکھ پہ مفتوں

سبزہ میں شادابی میری
پھول میں میری مستی ہے
دُنیا دل میں بستی ہے

دولت کا کیا غم ہے شیدا
عزت میری لونڈی ہے
اپنا دم کیا کم ہے شیدا
دولت مجھکو سستی ہے
دُنیا دل میں بستی ہے

شامِ فراق

فرقت کی شام آئی
کلفت کی شام آئی
ظلمت کی شام آئی
آفت کی شام آئی
بیتابیاں بڑھانے
دل سے سکون مٹانے
مدہوش غم بنانے
منظر نئے دکھانے

فرقت کی شام آئی

آنکھوں سے نیند کھونے
اشکوں سے منہ کو دھونے
دامن میرا بھگونے
پیکان غم چبھونے
اُلفت کے گیت گاتی
روداد غم سُناتی
بیہوشیاں بڑھاتی
تاروں کو جگمگاتی

فرقت کی شام آئی

دل کا سرور ہوکر
آنکھوں کا نور ہوکر
مستی میں چور ہوکر
گیسوئے حور ہوکر
شامِ غم جدائی
فتنوں کو ساتھ لائی
اب درد کی بن آئی
نالوں نے دی دہائی

فرقت کی شام آئی

سوزش بڑھی جگر میں — پھر بیکسی بڑھے گی
جوش جنوں ہی سر میں — پھر بیخودی بڑھے گی
محشر بپا ہے گھر میں — وارفتگی بڑھے گی
بن کر اجل نظر میں — وحشت میری بڑھے گی

فرقت کی شام آئی

یہ شام شام غم ہے — شام وفا یہی ہے
لبریز صد الم ہے — کالی بلا یہی ہے
اس شام کی قسم ہے — غم کی گھٹا یہی ہے
میں ہوں اور ایکدم ہے — لیلا نما یہی ہے

فرقت کی شام آئی

یہ مہرباں ہے اپنی — کیا کیف بیخودی ہے
اک میہماں ہے اپنی — مستی بھری ہوئی ہے
آرام جاں ہے اپنی — ساماں زندگی ہے
دشمن کہاں ہے اپنی — لیلا میری یہی ہے

فرقت کی شام آئی

شب مہتاب

رات وہ خوشگوار رات — ماہ جبیں نگار رات
رات وہ پُر بہار رات — ماہ کی ضوفشانیاں
سر مدی نغمہ باریاں — پھونکی عطر بیزیاں

منظر خوشش یہاں وہاں
دیکھتا چلا گیا

شب کا سکوت خوشگوار
عکس نجوم پُر بہار
بے خود دست سبزہ زار
حرف نشاط جوئبار
موج نسیم کیف بار
غنچہ ہر ایک میگسار

چرخ تمام زرنگار
دیکھتا چلا گیا

بُلبل و گل کی صحبتیں
لطف بھری شرارتیں
شبنمی فرش پر دراز
صحبتیں اور خلوتیں
ملکۂ حُسن مست ناز
فتنہ نگار عشوہ باز

میں یہ فسونِ کارساز
دیکھتا چلا گیا

سیمیں شعاعیں حُسن زا
ابرقی رنگ بحر کا
ذرہ ہر ایک رشک طور
قطرہ ہر ایک دلرُبا
صاف نگاہ بے قصور
نور ہی نور دور دور

قرب نگاہ یہ ظہور
دیکھتا چلا گیا

اُلٹی نگاہ سوئے جو
حرف فضا صدائے ہُو
سر تا بپا نگار چین
مرمریں گھاٹ چار سو
چند حسین نازنیں
محو نشاط تھیں وہیں

میں یہ مناظرِ حسین
دیکھتا چلا گیا

رات کی سب فضا خموش
مست ہوائیں گل بدوش

چاروں طرف سکوں کا جوش
ہر نگاہ جلوہ گاہ
حسن ربا نگاہ ماہ
سارا نظام دل تباہ
میں یہ نظارہ بے پناہ
دیکھتا چلا گیا

ساغرِ گل ڈھلے ہوئے
حسن میں سب تلے ہوئے
بیخود و مست و شادماں
اوس کو منہ کھلے ہوئے
رقص میں محو تتلیاں
گل بہ گل رواں دواں
ہوش ربا ہیں یہ سماں
دیکھتا چلا گیا

دل کا سکون پائمال
اٹھنا قدم کا ایک وبال
اپنی خبر سے بے خبر
آنکھوں کا کچھ عجیب حال
نظریں جمی ہوئیں ادھر
سارا بدن عرق میں تر
منظرِ شب یہ پُراثر
دیکھتا چلا گیا

شامِ میکدہ

(پیمانہ میرا بھر دے)

پیمانہ میرا بھر دے
مدہوش مجھے کر دے
پیمانہ میرا بھر دے

دیگر ۴

بلور کے ساغر میں ٭
وہ تیز دوا ساقی
ترسا نہ ذرا ساقی
لا بھر کے پلا ساقی
متوالا بنا ساقی
ہے دل کی دعا ساقی
پیمانہ میرا بھر دے

کھینچی ہے جو صندل سے
ٹپکی ہے جو چھاگل سے
چھلکی نہ ہے جو بوتل سے
برسی ہے جو بادل سے
نچڑی ہے جو کونپل سے
ہاں ہاں وہی لا بھر کے
پیمانہ میرا بھر دے

دلشاد ہو ایسی ہو
ہلکی ہو گلابی ہو
دے مجھکو جو دینی ہو
آنکھوں نے نہ دیکھی ہو
کچھ کیف ہو مستی ہو
مستی بھری آنکھوں سے
پیمانہ میرا بھر دے

فیاض ہے تو ساقی
ہاں ہاں لبِ جو ساقی
لا بھر کے سبو ساقی
نوشیرواں خو ساقی
اُٹھ کر کے وُضو ساقی
یہ وقت نہ آئے گا
پیمانہ میرا بھر دے

یوں بادہ پرستی ہو
پیمانہ ہو مستی ہو
وہ جوشش الستی ہو
واعظ کو بھی مستی ہو
آنکھوں سے برستی ہو
دل کیف سے بھر جائے
پیمانہ میرا بھر دے

اُٹھ جام ذرا لے لے
مے کیف فزا لے لے

کچھ داد وفا لے لے	اسکا بھی مزا لے لے	
	شیدا کی دُعا لے کے صدقے تیری ہستی کے	
	پیمانہ میرا بھر دے	

رُباعیات

تیغ لا تیغ محل کیا میرے ڈر جانے کا
موت سے خوف مجھے کیا کہ سمجھتا ہوں میں
تیرے تیور ہیں ایک انداز سنور جانیکا
زندگی دوسرا ایک نام ہے مر جانیکا

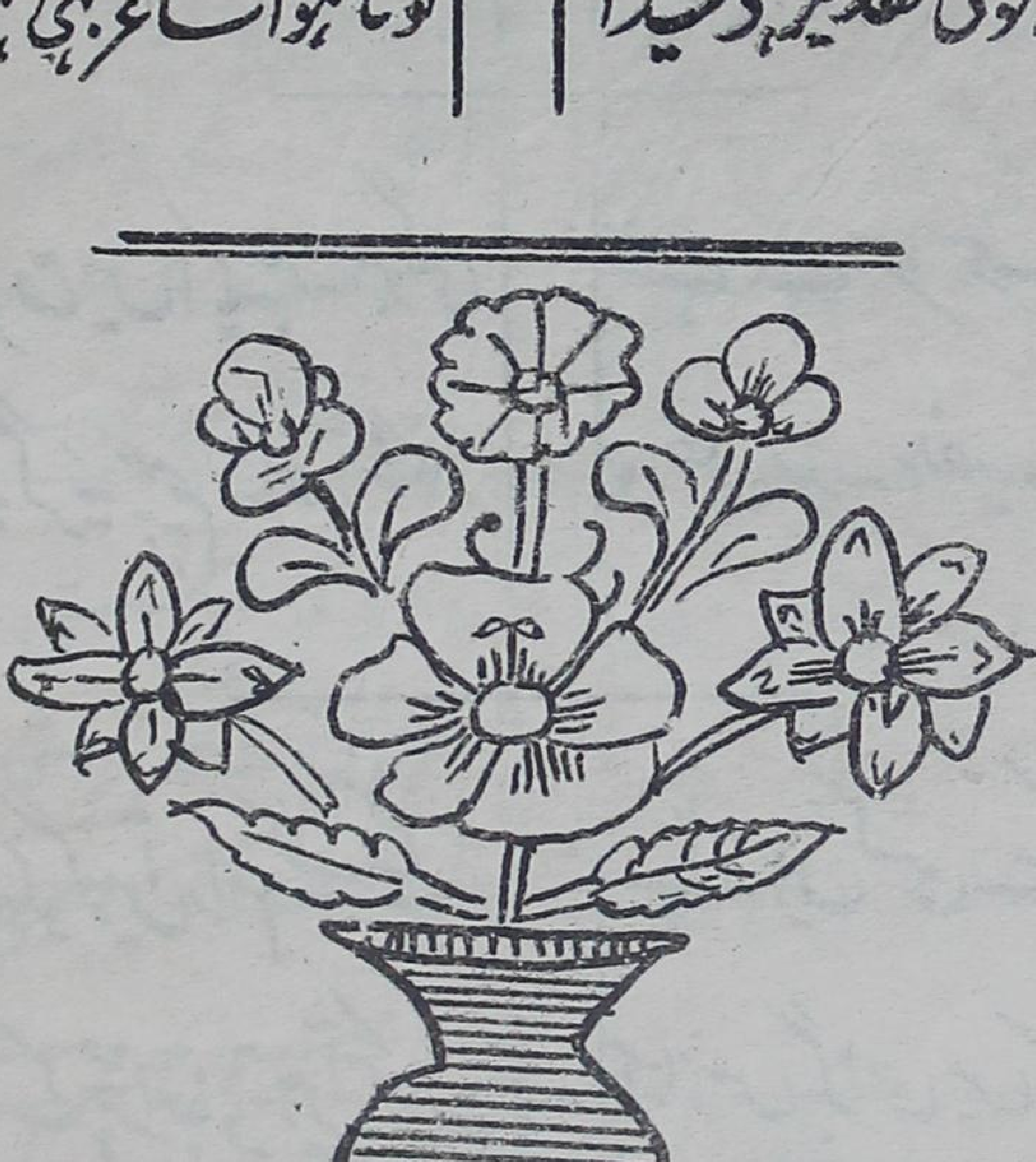
رونا تیرے فراق میں ایک بات ہو گئی
شیدا ہوا یہ گریۂ پیہم سے آشکار
شب ہے سحر سحر ہے مجھے رات ہو گئی
داخل میرے نصیب میں برسات ہو گئی

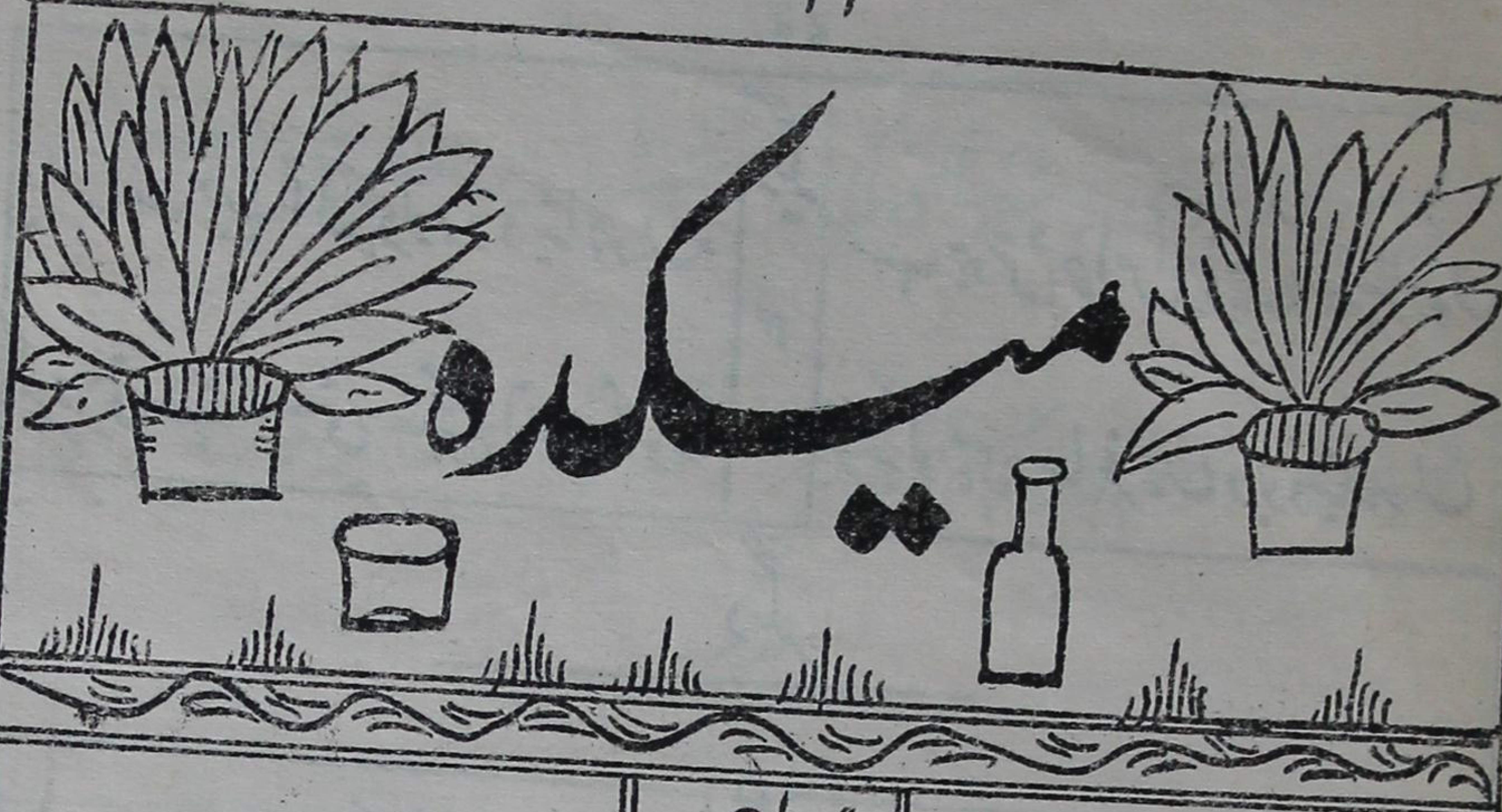
ملتے ہیں کسیکو کہیں آرام کسیکے
احباب زمانے کے چرا جاتے ہیں آنکھیں
بٹتے ہیں کسی سے کہیں الزام کسیکے
آتا نہیں بگڑی میں کوئی کام کسیکے

کیوں محو ہے عشرت میں دلِ عیش صفات
دو چار نفس تجھکو ہے دُنیا میں ثبات
گردش ہے زبس بادِ اجل کو ہر دم
ڈر ہے کہ کہیں ہو جائے نہ گُل شمعِ حیات

تھی کبھی جوشِ جوانی کی گھٹا چھائی ہوئی
خواب ہے پیری میں اب چال اٹھلائی ہوئی
جذر و مد نے بحرِ ہستی کے یہ ثابت کر دیا
زندگی انسان کی ہے اک موج لہرائی ہوئی

خواہش مٹی حسرت مٹی ارماں مٹا دل بھی
ناکام تمنّا رہا میں بھی میرا دل بھی
ہر طرح سے پھوٹی ہوئی تقدیر ہے شیدا
ٹوٹا ہوا ساغر بھی ہے ٹوٹا ہوا دل بھی





میکدہ

رُباعی

1
تو جلوۂ بیباک ہے حیرت میں ہوں
تو نکہتِ گل بیخودِ نکہت میں ہوں
سجدہ نکروں کیوں ترے ہر ایک قدم پر
تو حُسنِ مجسم ہے محبت میں ہوں

واجگر

2
دل کی ایک سوزشِ پنہاں کو دوا سمجھا ہوں
لذتِ غم ہی کو میں غم کی دوا سمجھا ہوں
لوگ کہتے ہیں خدا نور ہے لیکن شیدا
میں حقیقت میں محبت کو خدا سمجھا ہوں

ادیگر

3
ہیں اور مے سے دورِ شبِ مہتاب میں
ایسا کبھی قصور نہ ہوگا شباب میں
چلنے دے دور جام چھلکنے دے ساقیا
توبہ مری لگائے گی غوطے شراب میں

دیگر

برسات جب آتی ہے تو رو دیتا ہوں
سب ہوش و حواس اپنے میں کھو دیتا ہوں ۴
کر دیتی ہے مستی مجھے اتنا مخمور
توبہ کو بھی ساغر میں ڈبو دیتا ہوں

دیگر

۵
گلشن میں پری بن کے شمیم آتی ہے
مستی بھی بہم رنگ ندیم آتی ہے
جس شاخ پہ کھل جاتے ہیں نازک غنچے
اٹھکھیلیاں کرنے کو نسیم آتی ہے

دیگر

۶
جو گھر کے آیا ہے ابر یارب تو رنگ بن بن کے اب برسے
اُمنڈ اُمنڈ کر بڑھے کچھ ایسا کہ رات دن بیحساب برسے
ہر ایک میخوار مست ہو کر پکار اُٹھے یہ میکدہ میں
شراب برسے شراب برسے شراب برسے شراب برسے

دیگر

۷
پینے کی میری دل میں ہوس ہی رہی ساقی
پینے کو ابھی پی مگر اچھی نہ تھی ساقی
یہ غصہ یہ انداز یہ تیور یہ نگاہیں
مستی تری آنکھوں سے برسنے لگی ساقی

۸

مستی بھی ہے خوشبو بھی ہے مشکِ ختنی کی
شیشوں میں جھلک بھی ہے عقیقِ یمنی کی
بکھرے ہوئے ساغر بھی ہیں موسم بھی ہے لیکن
شیدا مجھے عادت نہیں توبہ شکنی کی

دیگر

۹

آئے ہیں میکدہ پر بادل مچل مچل کر
میخوار پی رہے ہیں بادہ سنبھل سنبھل کر
یہ جام ارغوانی مستی بھری یہ آنکھیں
ساقی پلا رہا ہے ساغر بدل بدل کر

۱۰

گلشن میں بہاروں کی فضائیں آئیں
رحمت کی برسنے کو گھٹائیں آئیں
غنچے جو کھلے وقتِ سحر اے شیدا
مستی بھری جنت سے ہوائیں آئیں

دیگر

۱۱

پھر گلگشت چلوں باغ میں گل بھر لاؤں
رات بھر جتنے جوانی میں بھریں گل بھر لاؤں
اوٹ لوں مستیاں میخانہ گلشن کی تمام
ساغروں میں انہی پھولوں کے میں نل بھر لاؤں

دیگر

۱۲

چشم خود دار کو ہے ایک تماشا دنیا
دل کی ہر آرزو ہر ایک تمنّا دنیا
زندگی موت ہے اور موت بقا کی تمہید
نام مستی کا محبت ہے ہوس کا دنیا

لبِ لعلین پہ تری لعل بدخشاں ہے نثار تیری آنکھیں ہیں کہ مستی بھرے ساغر کافر	دیگر ۱۳	زلفِ شبگون پہ ترے سنبل و ریحاں ہے نثار تو وہ غنچہ ہے کہ دنیا ہے گلستاں ہے نثار
	دیگر ۱۴	
کرنے میخانہ میں جب بادہ کشی جاتا ہوں ہوں تو نادار مگر لطف تو دیکھو شیدا		جاں تنِ مردہ میں آجاتی ہے جی جاتا ہوں ساقی دیتا ہے جو دشنام تو پی جاتا ہوں
موسم بھی خوشگوار ہے دن بھی شباب کے پیتا ہوں میں شراب تو نیت نہیں بری	دیگر ۱۵	رستے بھی ہیں کھلے ہوئے وعظ و ثواب کے توبہ بھی ساتھ ساتھ ہے جام شراب کے
تو جو مست شراب ہوتا ہے تیرے ہاتھوں میں آ کے اے ساقی	دیگر ۱۶	حسن میں انتخاب ہوتا ہے جام مے آفتاب ہوتا ہے
اٹھ کہ دورِ شراب ہو جائے تو جو بھر کر پلائے اے ساقی	دیگر ۱۷	آرزو کامیاب ہو جائے کرم بے حساب ہو جائے

دیگر ۱۸

کیا خم میں یہ مستی بھری شے ہی ساقی — برسات کا پانی ہے کہ مے ہی ساقی
میں بے پیے چھوڑونگا نہ ہرگز ہرگز — موسم کی قسم مجھکو یہ طے ہی ساقی

دیگر ۱۹

مے سے اتنی نہ طبیعت تھی شناسا میری — بنگئی ابتو یہ کمبخت تمنّا میری
عہد کرتا ہوں تو گھر آتے ہیں بادل شیدا — کس مصیبت میں گرفتار ہے توبہ میری

دیگر ۲۰

اب تو مے مثل آب پیتا ہوں — اور پھر بے حساب پیتا ہوں
رہتی ہی دختِ رز جو پیشِ نظر — خواب میں بھی شراب پیتا ہوں

دیگر ۲۱

قدر مے ہی کچھ تو دختِ رز سے رشتہ جوڑ دے — عہد کا کفارہ کچھ ساقی کو دیکر توڑ دے
مستیاں موسم کی اے شیدا نہ ہونگی پھر نصیب — بھر کے پی لے جام توبہ کو خدا پر چھوڑ دے

دیگر ۲۲

خوف ہے دلمیں تو کیونکر کوئی توبہ توڑ دے
اس سے تو بہتر یہی ہے مے پرستی چھوڑ دے

چاہتا ہی اپنی آزادی تو اے بادہ فروش
دُخت رز سے محتسب کا آج رشتہ جوڑ دے

دیگر ۲۳

حال اپنا فقیری میں رندانہ بنا بیٹھے
مسجد کو بھی مستی میں میخانہ بنا بیٹھے

ساغر کا تصور ہی آنکھوں میں ہا شیدا
جو ظرف وضو ٹوٹا پیمانہ بنا بیٹھے

دیگر ۲۴

پیکے ہر مست مے ہوشربا بیٹھ گیا
خم بھی خالی ہوئے ساقی بھی جُدا بیٹھ گیا

ہوش میں اپنے نہ آنا تھا نہ آیا کوئی
اتنی فریاد کی مینا کا گلا بیٹھ گیا

دیگر ۲۵

ساقی نے چال چلکر کی بزم رات خالی
شیشے چھپائے پھینکی مٹی کی ہر پیالی

گھبرا کے پی گیا سب جو کچھ تھی خم میں شیدا
اُف محتسب کے ڈر سے توبہ بھی توڑ ڈالی

دیگر
۲۶

کچھ تو فلک پہ شام سے چھایا سحاب سُرخ ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏   پھر دامن سحاب سے چھنتا ہی آب سُرخ
ہر چیز سُرخ ہو گئی شیدا بہار میں   برسی ہے میکدہ پہ کچھ اتنی شراب سُرخ

دیگر
۲۷

ساقی کا کرم ہے کامرانی میری   شیشہ کی صدا ہے شادمانی میری
ساغر جو چھلکتا ہے مچل جاتی ہے   میخوار کی توبہ ہے جوانی میری

دیگر
۲۸

آنکھیں نہ دکھائے زندگانی میری   ہمت نہ گھٹائے شادمانی میری
یہ لُطف - یہ موسم یہ شباب ساغر   لوٹ آئے اب ایسی میں جوانی میری

دیگر
۲۹

رنگت ہے خوشی سے ارغوانی میری   چہرہ سے عیاں ہے شادمانی میری
انگور کے سایہ میں جو چھلکے ساغر   شیشوں میں اُتر آئی جوانی میری

دیگر
۳۰

پُرکیف ہے مے مستوں نے بزم بھری ہے	کوئی بھی نہیں ہوش میں وہ بیخبری ہے
کھنچ کھنچ کے جو اُڑتی ہے تو کرجاتی ہے بسمل	شیشوں میں یہ تلوار ہے ساقی کہ پری ہے

دیگر
۳۱

پی ہے جو مے تو میں نے بُری جانکر نہ پی	چُھپ کر نہ پی پھر آگے نہ پی بیخبر نہ پی
پینا نہیں گُناہ تو زاہد عبث ہی بحث	دُنیا میں پی لی مے لب کوثر اگر نہ پی

دیگر
۳۲

گرمی سے مضطرب ہے ہر ایک آفتاب کی	مدّت ہوئی کہ شکل نہ دیکھی شراب کی
ساقی بڑا ثواب ہے پیاسوں کی لے دُعا	میخانہ پر سبیل لگا دے شراب کی

دیگر
۳۳

مے چیز ہے کیا اسکی تمنّا نہیں کرتے	ہم بھول کے بھی خواہش مینا نہیں کرتے
رند پھر رند ہیں رندوں کی نہ پوچھو شیدا	پی پی کے مرے جاتے ہیں توبہ نہیں کرتے

دیگر

۳۴

مثل سیماب نہیں کل کسی عنوان مجھے | انتشار ایک نہ ایک ساقی ہی ہر آن مجھے
اپنی مخمور نگاہوں سے بنا دے مدہوش | ایک پیمانہ پہ ہوتا ہے مسلمان مجھے

دیگر

۳۵

جان ہی پیاری نہ عزیز اپنا ہی ایمان مجھے | دھیان ہے ساغر گلرنگ کا ہر آن مجھے
اس تبسم پہ ترے اس فیض کرم پر ساقی | اور آتا ہے کسے پیار مری جان مجھے

دیگر

۳۶

ہچکیاں مینا کو کیوں آتی ہیں کس کی یاد ہے | بادہ کش مغموم ہیں ساقی بھی کچھ ناشاد ہے
خشک ہیں انگور بھٹی سرد ساغر بے دھلے | میکدہ میں کیا ہے بس فریاد ہی فریاد ہے

دیگر

۳۷

شیشوں میں پری رنگ بدلنے لگی ساقی | نیت ترے مستوں کی مچلنے لگی ساقی
ہو سکے نہ دیا خون مری حسرت کا سر بزم | ساغر میں ترے لعل اگلنے لگی ساقی

دیگر
۳۸

دے جام وہ ساقی کہ سرور آجائے | آئینے ہوں دل چہرونپہ نور آجائے
قلقل کی صدائیں جو فضا میں گونجیں | زاہد کی بھی نیت میں فتور آجائے

دیگر
۳۹

پی کے اتنا سرور ہو جائے | سب خودی دل سے دور ہو جائے
ساغروں پر تجلیاں برسیں | میکدہ رشک طور ہو جائے

دیگر
۴۰

ساقی کی بارگاہ عجب بارگاہ ہی | اتنا جلال ہی کہ خدا کی پناہ ہے
اُٹھتی نہیں نگاہ بھی مستوں کی سوئے جام | بنت عنب سے آنکھ ملانا گناہ ہے

دیگر
۴۱

دید ہے بنت عنب کی دید ہے | عید ہے بادہ کشوں کی عید ہے
نور سے روشن ہے سارا میکدہ | شیشۂ مے سکن خورشید ہے

دیگر
۴۲

جب سے نظر میں طائرِ مے صید ہو گیا
غم دل سے زندگانی کا ناپید ہو گیا

دو گھونٹ پی کے ہو گئے چودہ طبق عیاں
جام سفال ساغر جمشید ہو گیا

دیگر
۴۳

لے گیا لے گیا دل کر کے پریشان مجھے
دے گیا دیگیا دھوکا مرا ایمان مجھے

ہو گیا ہو گیا ساغر پہ فدا اے شیدا
کر لیا کر لیا ساقی نے مسلمان مجھے

دیگر
۴۴

ساقی نہ دی شراب تو کتنی بچت ہوئی
مجکو نہ ایک جام کی بھی مقدرت ہوئی

توبہ کا کچھ خیال تو شیدا نہ تھا ہمیں
ایمان بچگیا یہ بڑی خیریت ہوئی

دیگر
۴۵

جام بھر جام تو غیروں کو پلا دیتا ہے
آرزوئیں مری مٹی میں ملا دیتا ہے

میرے رونے پہ جو ہنس دیتا ہے تو اے ساقی
آگ بے ساختہ پانی میں لگا دیتا ہے

دیگر
۴۶

پلا کر خُم کے خُم رندوں کو چنگا کر دیا — بہا کر مے کو ساقی آب گنگا کر دیا
جوش مستی میں نہ رکھا تو نے کچھ پاس حجاب — اک بھری محفل میں دختِ رز کو ننگا کر دیا

دیگر
۴۷

ساقی کی چشم مست عجب کام کر گئی — گم تھے حواس و ہوش جہاں تک نظر گئی
بگڑا بس ایک دور میں کل نظم میکدہ — میں ڈھونڈتا پھرا میری توبہ کدھر گئی ۱

دیگر
۴۸

حسن برسا ہی چمن میں آفتابی پھول ہیں — کچھ تو نارنجی ہیں کچھ ہلکے گلابی پھول ہیں
نیم وا غنچوں میں ہیں شبنم کے قطرے یا شراب — مست ہیں ایسے کہ گویا سب شرابی پھول ہیں

دیگر
۴۹

شمع روشن ہے نئی رنگ کی کاشانے میں — حسن ہی حسن نظر آتا ہے میخانے میں
مے گلگوں میں نہیں عکس جبین روشن — آفتاب آج اُتر آیا ہے پیمانے میں

دیگر ۵۰

ہمکو تقدیر سے ساقی بھی دل آرام ملا / حاتم وقت ملا خیر سے خوش کام ملا
چھوڑا رندوں نے نہ شیشے میں کوئی قطرۂ مے / دیکھتا رہگیا زاہد کو نہ ایک جام ملا

دیگر ۵۱

کون ہے پوچھنے والا سر محشر اپنا / ساقی بھی اپنا ہے خم اپنا ہے ساغر اپنا
مست ہو جائینگے سن سنکے فرشتے شیدا / میکدہ ہاتھ میں ہوگا لب کوثر اپنا

دیگر ۵۲

مستی پہ شراب ارغوانی آئے / آنکھوں میں سرور زندگانی آئے
پرواہ نہیں چہرے پہ جو ہیں بال سفید / دے جام کہ پیری پہ جوانی آئے

دیگر ۵۳

مانا کہ ترے ہاتھ سے پینا محال ہے / مانا کہ پارسائی کا دل میں خیال ہے
مشرب پہ جا نہ قاضی و مفتی کے ساقیا / آجائے مفت ہاتھ تو کہدیں حلال ہے

دیگر ۵۴

انگور سے نکھرے کے نہ پوچھو یہ کیا بنی / ہر کیفیت و ہر سرور بنی خوش مزا بنی

دھبا لگا نہ دامنِ عصمت پہ آجتک	رندوں میں رہکے دخترِ رز پارسا بنی

دیگر
۵۵

میکدہ میں ہمیں ساقی بہت آرام ملے	دور چلتا رہا ساغر سحر و شام ملے
کھنچ گئی شیشوں میں تصویر حبیبوں رخ کی	آفتاب آج یہ دو ہمکو لبِ بام ملے

دیگر
۵۶

رندوں کی آرزو ہی کہ بنت عنب ملے	اُسپر یہ اور طرفہ کہ پھر روز و شب ملے
خالی نہ جائیں موسم برسات کے یہ دن	پھر کیا خبر کسیکو خدا جانے کب ملے

دیگر
۵۷

رہا رہا نہ رہا یہ شباب محشر میں	بنا بنا نہ بنا کامیاب محشر میں
پیوں نہ کس لئے ساقی کہ دن ہی عید کا آج	ملی ملی نہ ملی پھر شراب محشر میں

دیگر
۵۸

ہی اذنِ عام پئیں رند بے حساب شراب	مزے مزے کی ہیں راتیں تو لاجواب شراب
چھلک اٹھے نہ کس لئے میخانہ نور سے واعظ	کہ دست ساقی میں ہی آج آفتاب شراب

دیگر
۵۹

ملا شباب تو لطف شباب سے مطلب
نشہ سے کام ارے تلخ ہو کہ بدمزہ ہو شراب
غرض ہے زندگی کامیاب سے مطلب
ہمیں تو واعظِ نادان ثواب سے مطلب

دیگر
٦٠

وہ کام کر کہ مری عمر کچھ بڑی ہو جائے
مسیح نزع کا عالم ہے دل نہ توڑ مرا
گھٹے بڑھی ہوئی تپ ضعف میں کمی ہو جائے
شراب بھر کے پلا دے کہ زندگی ہو جائے

دیگر
٦١

وہ جوش پہ تھا بنت عنب کا جوبن
پہنے ہوئے نکلی جو بسنتی جوڑا
بھر لائیں گھٹائیں مستیوں سے دامن
میخوار پکار اُٹھے کہ جوگن جوگن

دیگر
٦٢

نہیں چھٹتی تو ہم پینے کا اک حیلہ بنائینگے
اٹھا لائینگے کچھ جام شکستہ بزم ساقی سے
اب اپنی میکشی کیواسطے پردہ بنائینگے
انہیں ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں سے ہم توبہ بنائینگے

دیگر
٦٣

ظاہر نہیں تو گوشہ میں چھپکر شراب پی
واعظ اگر ہے دلمیں تمنائی بیخودی
آ جائے مفت ہاتھ تو شب بھر شراب پی
کافر شراب پی ارے کافر شراب پی

دیگر
٦٤

۶۴

موسم ہے شراب ارغوانی دیدے | گل رنگ نہیں تو آسمانی دیدے
ساقی نہ جلا دکھاکے ساغر مجھکو | اس سے تو مجھے زہر کا پانی دیدے

دیگر

۶۵

غم ہجر کیا کس لیے سونا تیرا میخانہ ہے | بزم بے کیف ہے بے دور جو پیمانہ ہے
سچ سمجھ ساقی جو روشن ہی تیرے شیشے ہیں | آج ہر مست اسی شمع کا پروانہ ہے

قطعہ تاریخ از فکر عالیہ فصیح العصر بلیغ الکلام عالیجناب مولوی شاہ سید علی احسن صاحب مدظلہٗ تعالی جانشین حضرت فصیح الملک داغ دہلوی پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ ۱/

سخنور۔ سخنداں۔ سخن سنج شیدا | نثار سخن ہے۔ فدائے زباں ہے
بہت شوق ہے اُن کو شعر و سخن کا | رسا فکر ہے اور طبیعت رواں ہے
کیا جمع منظوم دیوان اپنا | جو قلبی خیالات کا ترجماں ہے
سلاست۔ لطافت۔ فصاحت۔ بلاغت | ہر اک بیت سے انفرادا عیاں ہے
جو صنف سخن ہے وہ مطبوع عالم | جو انداز ہے وہ پسند جہاں ہے
غزل کی عذوبت سے بخشی یہ لذت | کہ سُن سُن کے ہر فرد رطب اللساں ہے
یہ مجموعہ بے قدر ہوگا نہ ہرگز | کرے گا وہ قدر اسکی جو قدرداں ہے

طباعت کی تاریخ احسن سُنادو
یہ شیدا کا دیوان۔ بلاغت بیاں ہے
۳۳ ۶ ۱۹

قطعہ تاریخ از سخنور درد منشی صابر حسین صاحب صابر عابدی رامپوری تلمیذ حضرت نشتر مقتدری سکندر آبادی

دیگر

کیوں نہوں دیوان شیدا دیکھکر مسرور سب	کس قدر پر سوز ہے کس درجہ کیف آور ہے یہ
کاٹ کر اعدا کا سر صابر لکھو تاریخ طبع	گلستانِ بیخزاں ہے منتخب گوہر ہے یہ

قطعہ تاریخ از افکار عالیہ یادگار رسا جناب قاضی حافظ الدین احمد صاحب نشتر مقتدری سکندر آبادی

لکھا ہے وہ شیدا نے پرسوز دیوان	کہ خوش ہو گئی روح داغ و امیر
مضامین اعلیٰ ہیں بندش لطیف	تخیل بلند اور زباں دلپذیر
ہر ایک اُسکے مطلع پہ ہے یہ گمان	کہ ہے زیب قرطاس مہر منیر
ہر ایک شعر تصویر جذبات ہے	ہر ایک لفظ کے ہیں معانی کثیر
لکھو اسکی تاریخ برجستہ نشتر	یہ دیوان ہے کیا بے بدل بے نظیر

قطعہ تاریخ از شاعر شیریں مقال جناب بابو رام سروپ صاحب روپ شملوی ہیڈ کلرک گورنمنٹ آف انڈیا پریس علی گڈھ

حضرت شیدا کا دیوان کیوں نہ اک اعجاز ہو	جبکہ فانوسِ خیالی کا یہی انمیں راز ہو
شعر کہتے ہیں جسے فی الاصل یہ ہی چیز ہے	نقطے نقطے سے ہویدا جسکے سوز و ساز ہو
وہ لکھا دیوان جسکی ہو نہیں سکتی مثال	کیوں نہ پھر بزم سخن میں اُنپہ سبکو ناز ہو
خوش سخن خوش فہم ہیں خوش قلم خوش فکر ہیں	آپکی ہستی نہ کیوں ہر رنگ میں ممتاز ہو
روپ اس مصرعہ سے ہے سال طباعت انکا	ہر غزل میں عاشق جانباز کی آواز ہو

قطعہ تاریخ از فکر شاعر عالی خیال جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب سالک لائبریرین یونین کلب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

کسقدر پرسوز ہے دیوان شیدا مرحبا
جس کسی نے سن لیا جاتا رہا صبر و شکیب
فکر کیا ہے تمکو سالک کس لئے خاموش ہو
لکھ بھی دو سال طباعت کیا ہی نظم دلفریب ٦ء

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر سلیم جناب منشی صابر رضا خاں صاحب محشر رامپوری تلمیذ حضرت نشتر مقتدری

مرحبا دیوان شیدا کسقدر ہے دلفریب
جسکا خط روشن قلم بہتر بیاں ہی دلربا
نسخۂ سال طباعت لکہد و محشر بیدریغ
جان بھی ہے اہل سخن کی اور کیا ہی دلربا

اشعار در مدح جناب بابو پربھو دیال صاحب قرق امین محلہ ہوتی گرہ آگرہ

آج پھر کچھ طبیعت کو سکون پیدا ہوا
آج پھر ایک مہرباں کا مجھکو آتا ہے خیال
پھر نئے جذبات کی دل میں ہوئی نشو و نما
پھر مضامین سامنے آتے ہیں تا حد کمال
کھنچ گئی آنکھوں میں پھر تصویر ارض تاج کی
آگئی پھر یاد مجھکو الفت پربھو دیال
کون وہ جنکو کیا اپنا حکومت نے امین
کون وہ جو ملک میں مشہور ہیں روشن خیال
اپنی ملت کی جنہیں تعلیم ہے مد نظر
چاہتے ہیں دیکھنا جو قوم کو فرخندہ حال
وہ سخاوت میں ہیں بیشک آپ ہی اپنی نظیر
وہ ہیں خوش خلقی میں بیشک آپ ہی اپنی مثال
بنگئے اسکے معاون جسنے چاہی کچھ مدد
بے تکلف دیدیا جسے کیا کوئی سوال
اہل علم و اہل بینش ذی لیاقت ذی ہنر
صاحب فہم و فراست خوش مزاج و خوش خصال
واجب التعظیم ہے بے شبہ انکی ذات خاص
قابل تقلید ہے بیشک یہ مرد با کمال
جسقدر بھی کیجئے توصیف انکی وہ ہے کم
ایسے محسن کا ہی ملنا قوم کو بیحد محال

واسطے انکے واسطے شیدا نکلتی ہے دعا
قوم کے سر پر رہیں قائم یہ رب ذو الجلال

اشعار بتقریب سالگرہ بابو ناگیشر ناتھ فرزند ارجمند جناب والا شان بابو شنکر لال صاحب بہادر بیرسٹر ایٹ لا جج خفیفہ علی گڈھ دام اقبالہٗ

آج کیا پیغام لائی ہے صبا بہجت فزا
ہے زبانِ خلق پر ہر سو صدائے مرحبا

شکل گلِ خنداں نظر آتا ہے ہر فرد بشر
ہو رہا ہے سب کے دل کا گویا حاصل مُدعا

از زمیں تا آسماں اک دھوم ہے اس جشن کی
مہر و مہ بھی آج خوش ہو ہو کے کرتے ہیں دُعا

آئے ہیں دینے مبارکباد حکام و رئیس
آج اس تقریب سے دلخوش ہی سب احباب کا

ہے دُعا شیدا کی جبتک یہ دُنیا برقرار
رسم اس دن کی یوں ہی ہوتی رہے یارب ادا

کرشن بھگتی

وظیفہ کرشن کا وردِ زباں ہو
یہی اک شغل بس تسکینِ جاں ہو

ہی عالم محوِ سجدہ جھکے در پر
نشاطِ زیست ہو اُس کا تصور

سرورِ جاوداں ہو دھیان اُسکا
نہیں الہام سے کم گیان اُس کا

ضیائے معرفت سے دل ہو معمور
تجلیات سے آنکھیں ہوں پُرنور

تری وحدت کے کب قابل زباں ہو
ترا ہر ذرہ میں جلوہ عیاں ہے

بایں انداز تو پیشِ نظر ہو
مکٹ دلکش ادا سے زیبِ سر ہو

مزین قشقہ ہو لوحِ جبیں پر
فدا نرگس ہو چشمِ سرمگیں پر

تمنا دید کی ہے دل ہے مضطر
نظر آجائے پھر گوکل کا منظر

سُریلی بانسری کی وہ صدا ہو
کہ جس پر لحنِ داؤدی فدا ہو

تماشا گاہِ عالم برج بن ہو
قدمبوسی کو جمنا موج زن ہو

میں تیری سانولی صورت کے صدقے
سراپا جلوۂ قدرت کے صدقے

سنی مظلوم کی فریاد تو نے ۔۔۔ اکیا مغموم دل کو شاد تو نے
توجہ ہو ادھر جگدیش پیارے ۔۔۔ اگر دل سے دور ہو تشویش پیارے
بڑی بپتا تو کی مشکل کشائی ۔۔۔ مجھی کو دیر کیوں اتنی لگائی
کہ جینا اب ہمیں بارِ گراں ہے ۔۔۔ مثالِ کاہ جسمِ ناتواں ہے
نہ کچھ مال و منال و سیم و زر ہے ۔۔۔ ہمیشہ بیکسی پیشِ نظر ہے
نہ کوئی دوست ہے نے آشنا ہے ۔۔۔ یگانہ اب تو بیگانہ بنا ہے
اسیرِ غم کو آزادی دلا دی ۔۔۔ ہر ایک بگڑی ہوئی قسمت بنا دی
تری فرقت میں اے بھگوت کرشنا ۔۔۔ بہت بیتاب ہیں امواجِ جمنا
بیابن کی فضا بگڑی ہوئی ہے ۔۔۔ زمانہ کی ہوا بگڑی ہوئی ہے
کہاں نغمہ کہاں وہ ساز ہے اب ۔۔۔ کہ دُنیا گوشِ بر آواز ہے اب
وہ بندرابن کی خوشحالی نہیں ہے ۔۔۔ گلستاں خشک ہے مالی نہیں ہے
ارے دُنیا کے اور راجوں کے راجا ۔۔۔ وہی بنسی لیے اکبار آجا
کہ جس بنسی کا ہر دلدوز نغمہ ۔۔۔ حقیقت میں ہو اک پُر سوز نغمہ
دکھا جا شانِ محبوبی دکھا جا ۔۔۔ لُبھا جا گوپیوں کے دل لُبھا جا
محبت کا سبق آکر پڑھا دے ۔۔۔ گلے بچھڑے ہوؤں کو پھر ملا دے
حقیقت آشنا کر دے دلوں کو ۔۔۔ منور کر دے سونی محفلوں کو
ہوائیں کیف زا نغموں سے بھر دے ۔۔۔ جہانِ برج کو مدہوش کر دے
ہمیں مرنا سکھا دے زندگی دے ۔۔۔ خوشی دے دائمی ہمکو خوشی دے
ہماری بیکسی سب دور ہو جائے ۔۔۔ نفاقِ باہمی کافور ہو جائے
یہ ہستی یاد میں تیری بسر ہو ۔۔۔ کرم کی دیوکی نندن نظر ہو
دلِ شیدائی بھی روداد سن لے ۔۔۔ سراپا درد ہے فریاد سن لے

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر سلیم جناب منشی آل احمد صاحب فلک کاٹھوی

ضلع میرٹھ

شاعر نازک بیاں جادو اثر شیریں مقال
جو سنے بنجائے اُنکا والہ و شیدا و مست
گنگنائے میکدہ میں شعر اگر ساقی کوئی

حضرتِ شیدا کہ جنکی نظم میں ہی یہ کمال
جھوم اُٹھیں نغمہ و مطرب بھی ہو دجا کیف و حال
زاہدانِ خشک بہلانے لگیں دستِ سوال

سُن کے ہاتف نے کہا سال طباعت اے فلک
لکھ کہ ہی دیوان شیدا خوب و فانوسِ خیال
۱۹۳۳ء



باہتمام قاضی محمد رفیق

ہندوستانی مشین پریس علیگڑھ میں

طبع ہوا

ملنے کا پتہ

بابو بنود بہاری لعل صاحب سول ایجنٹ

محلہ تمبولی پاڑہ - علی گڑھ

پیکانِ غم مصنفہ شیدا - قیمت ۲ر

میکدہ - ایضاً قیمت ۴ر